ماہنامہ

انشاء اللہ

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح

کا

پانچواں اجلاسِ عام

اواخر اکتوبر یا آغاز نومبر ۱۹۹۲ء میں مادرِ علمی

جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوگا —

اس موقع سے ایک سیمینار بعنوان "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" بھی منعقد ہوگا۔

تمام طلبہ قدیم سے شرکت کی پرخلوص درخواست ہے۔

ناظم اجلاس

(مولانا) رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

جلد: ۶ — جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ — دسمبر ۱۹۹۱ء — شمارہ: ۱۲

بدل اشتراک

سالانہ زر تعاون:	۴۰ روپئے
خصوصی تعاون:	۱۰۰ روپئے
غیر ممالک سے:	۲۰ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ:	۴ روپئے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔ لہذا چندہ جلد روانہ فرمائیں۔

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

مدیر

محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر

عبد البر اثری فلاحی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ:

دفتر ماہنامہ مجلہ "حیاتِ نو" جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ، فیض آباد

نقوش حیات نو

- اداریہ — صفحہ

ملت کی نشأۃ ثانیہ اور جامعۃ الفلاح — محمد اسماعیل فلاحی — ۳

- بحث و نظر

قرآن کی بنیادی صفات — محمد ادریس فلاحی — ۷

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ غیروں کی نظر میں — محمد انیس الرحمان قاسمی — ۱۴

اسلامی عربی تواریخ اور صحابہ کرام — بدر جمال اصلاحی — ۲۲

- تعلیم و تعلم

توجہ مطلوب ہے — عبدالباری فلاحی — ۲۸

- شعر و نغمہ

نعت، غزلیں — ادریس ضیاء، تنویر کیراکت — ۳۰—۳۲

غزلیں — عبدالرزاق شبنم، قمر رسولپوری — ۳۱

- تعارف و تبصرہ

سیرت ابن ہشام، کشمیر کی کلی، نماز کی آسان کتاب — عبدالباری فلاحی — ۳۷

- انجمن علمیہ

محلاتی ظلم، اردو دنیا میں بولی جانے والی دوسری بڑی زبان — ابن العلم فلاحی — ۳۵

- جامعہ کے لیل و نہار

مولانا علی میاں صاحب کا خطاب ...... محمد اسماعیل فلاحی — ۴۱

- روداد انجمن

انجمن طلبہ قدیم — ایک نظر میں — سکریٹری انجمن — ۴۲

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح، بمبئی یونٹ کی سرگرمیاں — عبدالقوی فلاحی — ۴۷

ملت کی نشأۃ ثانیہ اور جامعۃ الفلاح

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی قوم کے مستقبل کا پتہ لگانا ہو تو اس کی نئی نسل کو دیکھ لیجئے جیسی نسل ہوگی سمجھ لیجئے ویسا ہی مستقبل ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی قوم کے مستقبل کو تابناک بنانا ہو تو اس کے نئی نسل کی صحیح تعمیر ہی اصل اور بنیادی کام ہوتا ہے۔ بڑے خوش نصیب اور قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہیں اس کا شعور ہوتا ہے اور جو اس جانب توجہ دیتے ہیں۔ دراصل کسی قوم کے حقیقی محسن اور خیرخواہ وہی ہوتے ہیں۔

ملت کی یہ خدمت بہت سے افراد اور بے شمار ادارے اپنے اپنے انداز اور نقطۂ نظر سے کر رہے ہیں۔ جامعۃ الفلاح کے قیام کا منشا بھی 'حجازی او صاف' رکھنے والے ان جوانوں کی تعمیر ہے، جو خود شناس و خود نگر ہوں جنہیں اپنے فرض کا احساس ہو، جو باہم شیر و شکر اور ریشم کی طرح نرم ہوں تو رزم حق و باطل میں فولاد ثابت ہوں، جو 'سید و مرزا اور افغان' کی تفریق کے روادار نہ ہوں، جو گروہی عصبیت اور فقہی تحزب سے بلند ہوں؛ "امانت و صداقت اور عدالت و شجاعت" ان کا وجہ امتیاز ہو۔ جنہیں دیکھ کر کوئی اقبال دوبارہ پکار اٹھے گا

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے ❊ جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا ❊ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

الحمد للہ جامعہ اس طرح نئی نسل کی تعمیر میں پیہم رواں دواں ہے۔ اور اس کے خادمین کی کوششیں برگ و بار لا رہی ہیں۔ عملی میدان میں اس کے مظاہر

سامنے آرہے ہیں۔

جب جماعت اسلامی اترپردیش کا دوسرا صوبائی اجتماع ۳۰، ۳۱ اکتوبر اور ۱ نومبر ۱۹۹۱ء کو لکھنؤ میں ہوا۔ اس موقع پر ذمہ داران جماعت نے ہمارے طلبہ کی ضرورت محسوس کی۔ اور انھوں نے وہاں پہونچ کر بڑی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے قیام گاہوں اور بیت الخلا وغیرہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔ پمفلٹ اور پوسٹر چسپاں کئے [illegible] کالجوں اور شہر کے مختلف علاقوں میں پہونچ کر تحریک اسلامی سے روشناس کرایا اور اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ شرکائے اجتماع جب لکھنؤ پہنچے تو ہر طرف [illegible] استقبال میں طلبہ جامعہ کو موجود پایا جنہیں نہ بھوک کا احساس تھا اور نہ آرام کی [illegible] موقع پر سب ایک دھن تھی کہ صوبے کے مخدوش اور پرخطر حالات میں یہ اجتماع کیسے کامیاب ہو۔

چنانچہ محترم امیر جماعت نے اپنے اختتامی خطاب میں ان بچوں کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے ان طلبہ کو اپنے دین کی خدمت مزید کے لئے چن لے۔

اسی طرح ابنائے قدیم جامعۃ الفلاح نے بھی اس اجتماع کی کامیابی میں اپنا بھرپور رول ادا کیا خواہ وہ ناظم اجتماع کی معاونت کا فریضہ انجام دینے کی شکل میں ہو یا مختلف شعبہ جات کی دیکھ بھال اور نگرانی کی شکل میں۔ اور جس حسن و خوبی سے انھوں نے یہ ذمہ داریاں انجام دیں کوئی شریک اجتماع ان کی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکا۔ دعا ہے اللہ برابر ہم سب سے خدمت دین کا کام لیتا رہے۔

ابنائے فلاح کی طرف سے یہ مظاہرہ جہاں دین و ملت کی خدمت کا بہترین نمونہ ہے وہیں امت مسلمہ کے مستقبل کی تابناکی کی علامت ہے کیونکہ جب ایسے جوان کسی قوم کو میسر آجائیں اور وہ مستقبل کے معمار بنیں تو پھر اس قوم کو اوج کمال تک پہنچنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور نہ ہی اس کے مستقبل کو تاریک کہا جا سکتا ہے۔

---

۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء کی صبح ۳ بجے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی کے سابق منیجر اور اشاعت الاسلام

ٹرسٹ کے سابق سکریٹری اور ایک پختہ مشق شاعر[۱] جناب مطیع الرحمٰن اختر صاحب ایم اے اپنے وطن ملل، مدھوبنی بہار میں اللہ کو پیارے ہوگئے
اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔

وہ ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل کے دوران ہی ۱۹۴۲ء میں تحریک اسلامی ہند سے ان کا تعارف ہوا۔ محمد حسنین سید صاحب اور حکیم ظہور احمد صاحب مرحوم اس تعارف کا سبب بنے۔ لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا۔ کتاب "دعوت اسلامی اور اس کے مطالبات" نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور کہہ اٹھے ؎

وضوحِ حق کے بعد اختر بتاؤ
بہانے کیا تراشے جا رہے ہیں

۱۹۴۳ء میں گزیٹیڈ پوسٹ گرو - مونگیر، نوادہ، اسرگنج اور بہار شریف وغیرہ میں پوسٹنگ ہوئی۔ ۱۹۴۹ء کے آس پاس جماعت اسلامی کے رکن بنے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حکومت بہار نے ارکان و ہمدردان جماعت پر سختی شروع کردی تھی۔ کشمکش بڑھتی رہی۔ بالآخر ۱۹۵۲ء میں ایک ایسا موڑ آیا کہ دو میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑا۔ ایک طرف سرکاری ملازمت اور بال بچوں کا دنیوی مستقبل تھا تو دوسری جانب ایک ایسی وادی پرخار جہاں کچھ نہیں معلوم کر کیا ہوگا۔ لیکن جمال احمد امین آبادی مرحوم کی طرح ان کا فیصلہ سامنے آیا کہ ؎

متاعِ عالم کو زندگی پر نثار کر دوں بڑی خوشی سے ٭ مگر جو مقصد ہے زندگی کا عزیز تر ہے وہ زندگی سے

اور اسی مقصد زندگی کی خاطر دنیوی لحاظ سے شاندار مستقبل کو خیرباد کہہ کر خستہ حالی کی راہ پر قدم بڑھا دیتے ہیں۔ جہاں قید و بند کی صعوبتیں بھی آتی ہیں اور معاشی ابتلاء و آزمائش بھی۔ کچھ عرصہ کلکتہ میں رہنے کے بعد مرکز جماعت رام پور اور پھر رام پور سے دلی منتقل ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۸۰ء تک مرکزی مکتبہ اسلامی کے منیجر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ درمیان میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۸۶ء تک اشاعت الاسلام ٹرسٹ کے سکریٹری کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے ہیں۔ مرکزی مکتبہ اسلامی ہندوستان میں سب سے

---

[۱] مرحوم کا دیوان جلد ہی منظر عام پر آ رہا ہے۔

بڑا اسلامی کتب ہے۔ اس کی مطبوعات دوسرے مکتبوں کے مقابل [illegible] اور سستی ہوتی ہیں۔ اس مکتبہ کو اس اچھی حالت تک پہنچانے میں جناب مطیع الرحمٰن [illegible] صاحب مرحوم کا نمایاں اور مرکزی کردار ہے۔ تحریک اسلامی ہند کا یہ بزرگ سپاہی تمام عمر [illegible] کی طرح جلتا اور پگھلتا رہا اور بالآخر اپنے پیچھے، اپنی اہلیہ، تین بیٹے اور تین بیٹیوں کے ساتھ ایک دنیا کو سوگوار چھوڑ گیا۔ ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

بقیہ [illegible] :- سلامی عربی تواریخ .....

بالکل فطری تھا کیونکہ وہ کوئی مافوق البشر ہستی تھے، جب ضرورت کا تقاضا ہوگا تو ان کی برائیوں کو بیان کیا جائے گا کیونکہ نہ تو ہم برائی کو بھلائی کہہ سکتے ہیں اور نہ برائی کی کوئی تاویل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پا سکتا، کیونکہ انھوں نے خدا کے محبوب رسولؐ کا دیدار کیا اور بلاواسطہ اپنے حظ اور قسمت کے مطابق ان سے فیض اٹھایا، یہ وہ فضائل ہیں جو صحابۂ کرامؓ ہی کے لئے مقدر تھے، امت کا کوئی دوسرا آدمی کسی طرح بھی نہیں حاصل کر سکتا۔ صحابہؓ ہوں، اپنی عام زندگی میں عادل تھے، اور حدیثوں کی روایات کے سلسلے میں انھوں نے کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا۔ لیکن ان سب کے باوجود وہ ہرگز معصوم نہ تھے، اور نہ ہی معصوم کا [illegible] کوئی لفظ ان پر صادق آ سکتا ہے۔ اگر ان کا عمل کتاب و سنت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے تو قابل اقتدا ہے ورنہ نہیں۔

بقیہ [illegible] :- قرآن کی چار بنیادی صفات

انسان خلیفۃ اللہ ہے۔ خلافت کی ذمہ داری اس کے سر اس لئے ڈالی گئی ہے تاکہ عدل کو قائم کیا جائے، لوگوں کو طاغوت اور شیطان کی پرستش سے ہٹا کر خدا کی پرستش میں لایا جائے، حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم رکھے، حق کو اختیار کرنے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لئے جد و جہد کی جائے اس لئے کہ کل قیامت کے دن انسانوں کے درمیان ان کے صحیح و غلط اعمال کا بے لاگ فیصلہ ہوگا حق والے اپنا حق لے سکیں گے اور باطل والے باطل۔

قرآن کی چار بنیادی صفات

محمد ادریس فلاحی، ادارہ تحقیق تصنیف اسلامی علیگڑھ

قرآن اپنے ضابطۂ حیات ہونے کے متعلق جہاں اپنے اندر بے شمار دلائل و براہین رکھتا ہے وہیں ان دلائل پر محیط اپنی کچھ صفات بھی رکھتا ہے۔ یہاں ہم ان صفات کی وضاحت کریں گے جن کا قرآن کی تعلیمات سے گہرا تعلق ہے۔

ہر مذہبی کتاب کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ قرآن مجید بھی اپنے اندر کچھ صفات رکھتا ہے اور وہ صفات صرف قرآن کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہیں بلکہ اس کی دعوت اور تعلیمات کی بلندی و ہمہ گیری کو سمجھنے کے لئے کلیدی اہمیت رکھتی ہیں۔ قرآن نے بنیادی طور پر اپنی چار "صفات" کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱) **کلام اللہ** : قرآن مجید کی سب سے اہم اور بنیادی صفت "کلام اللہ" کا لفظ ہے اس لئے سب سے پہلے اسی کا مفہوم سمجھ لینا چاہئے۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام خود متکلم کی صفت اور اس کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مثل ذات باری تعالیٰ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، زندہ بھی ہے اور قائم و دائم بھی۔

قرآن کا اللہ کی طرف اضافت کرنا، دراصل ان لغو اعتراضات سے برأت کا اعلان ہے جو کفار و مشرکین کی طرف سے کیے جاتے تھے کہ :

یہ شاعری ہے ——— بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (انبیاء ۵)
یہ ساحری ہے ——— لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (ہود ۷)
یہ پراگندہ خواب ہے ——— بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ (انبیاء ۵)
بلکہ من گھڑت افسانہ ——— إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (المؤمنون - ۳۸)

جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کے ساختہ وحی الٰہی باور کرار ہے ہیں اور جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے وغیرہ قرآن نے ان کے ان غلط خیالات کی صرف تردید ہی نہیں کی بلکہ یہ چیلنج بھی کیا کہ اگر تم اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے تو اس جیسا کلام پیش کرو۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (البقرۃ - ۲۳)	اور اگر تم کو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندہ (محمد عربی) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک صورت تم بھی بنا لاؤ۔

قرآن اپنے لفظی محاسن اور اپنی زبان کے لحاظ سے بھی باکمال اور لاجواب ہے اور وہ کلام اللہ ہونے کے ناطے بھی بے مثل و بے نظیر ہے مگر اصل چیز جس کی وجہ سے قرآن کا چیلنج ہے کہ انسانی دماغ "ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا، اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں اس میں ہمہ گیری اور بے نظیری کے جو جو پہلو ہیں اور جن وجوہ سے ان کا من جانب اللہ ہونا قطعی یقینی اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا قطعی غیر ممکن ہے ان کو قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم کے جو حقوق اس کے ماننے والوں پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائگی کی اولین شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

(۲) محفوظ: قرآن کی دوسری اہم صفت یہ بھی ہے کہ وہ "الف سے یا" تک محفوظ ہے۔ یہ کوئی معمولی اہمیت کی بات نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے بلکہ یہ اس کتاب کا وہ بنیادی پتھر ہے کہ جس پر اس کی جملہ تعلیمات کی قطعیت اور صداقت کا انحصار ہے۔

کسی بھی مذہبی کتاب کی اہمیت کو کم کرنے والی چیز اس کا "غیر محفوظ ہونا" ہے سابقہ آسمانی کتب کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے، وہ کتب الٰہی ہونے کے باوجود غیر محفوظ ہیں، ان کی عبارتیں اور تعلیمات بھی غیر محفوظ اور غیر معتبر ہیں [۱] اس لئے کہ ان کے ساتھ نادانوں نے بڑی زیادتیاں کی ہیں حسب منشا

---

[۱] البتہ ان کی وہی باتیں قابل قبول ہوں گی جو نصوص قرآنی، ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اقوام سابقہ کے منقولہ حالات سے متضاد نہ ہوں۔

اور حسب خواہش ان میں گوناگوں تحریفات کر ڈالی ہیں یعنی لفظی اور معنوی تحریفات کے ساتھ ساتھ الفاظ و معانی کی ترتیب اور جملوں اور فقروں میں وہ تسلسل اور ربط قائم نہیں ہے جو فی الواقع ہونا چاہئیے لیکن قرآن حکیم کا معاملہ دوسرا اور انوکھا ہے کہ اس کی ایک ایک چیز اور ایک ایک حرف محفوظ ہے اور ایک مستقل اور مکمل ہدایت نامہ کی طرف زبان حال و قال سے شہادت دے رہا ہے۔ کم و بیش چودہ سو سال گزر گئے لیکن اس کے کسی لفظ، کسی حرف اور کسی نقطہ میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور نہ آئندہ اس کی گنجائش ہے۔ قرآن کا اپنی حفاظت و صداقت کے متعلق دعویٰ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" محض ایک دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس دعوے کی پشت پر اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے تجربات و شہادت بھی ہیں۔

(۳) ھدیٰ: قرآن کی تیسری اہم اور بنیادی صفت، جس پر انسانوں کی کامیابی و ناکامی کا انحصار ہے وہ لفظ "ہدایت" ہے قرآن مجید میں اس کے علاوہ "ضیاء اور نور" کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، یہ تینوں ہم معنی الفاظ ہیں یعنی لوگوں کو ذہنی، اخلاقی، فکری اور علمی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت و معرفت کی شاہراہ کی طرف لایا جائے۔ ان تینوں الفاظ میں لفظ "ہدایت" جامع ہے جو "ضلالت و گمراہی" کی ضد ہے۔

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ (النحل - ۳۶)	تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر ضلالت و گمراہی ثابت ہوئی۔

انسانوں کو خدا کی ہدایت و رہنمائی کن کن طریقوں سے حاصل ہوئی یا ہو سکتی ہے امام راغب اصفہانی نے اس کے چار طریقے بتائے ہیں۔

(الف) عام ہدایت جو کائنات کی ہر چیز اور ہر صاحب عقل و خرد کو فطری طور سے ملی ہے [۱] خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (طٰہٰ - ۵۰)	ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا۔

---

[۱] کائنات کی ہر مخلوق، انسان، حیوان، نباتات، جمادات، ہوا، پانی، روشنی ہر ایک چیز کو اس نے وہ صورت خاص عطا کی ہے جو کائنات میں اپنے حصہ کا کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لئے مطلوب ہے اور اسے اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ بھی سکھا دیا ہے آنکھ کو دیکھنا، کان کو سننا، مچھلی کو تیرنا، پرند کو اڑنا، درخت کو پھل اور پھول دینا اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی نے دی ہے اور یہ ہدایت عام اور فطری ہے جو ہر چیز کو عطا ہوئی ہے۔

(ب) دوسری ہدایت وہ ہے جو انسان انبیاء اور قرآن کے ذریعہ پاتا ہے اور یہی مقصود بالذات ہے[2] خدا کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدۃ - ۲۴)

اور جب انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے رہے ان کے اندر ایسے پیشوا پیدا کئے جو ہمارے حکم سے ان کی رہنمائی کرتے تھے۔

(ج) تیسری ہدایت توفیق سے ملتی ہے جو ان لوگوں کے لئے خاص ہے جو اس کی طلب کریں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (محمد ۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا ہے

ایک جگہ یوں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن ۱۱) اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

(د) چوتھی ہدایت وہ ہے جو مومنین کو آخرت میں یا جنت میں داخل کے لئے ہوگی۔ قرآن میں ہے۔

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد - ۵ - ۶)

ان کو سیدھے رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو جنت میں جس سے انھیں شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف ۹)

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے۔

لہ انسانوں کے لئے ہدایت کا راستہ یوں ہی نہیں کھل جایا کرتا کہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دیدے بلکہ اس کے لئے طلب اور جستجو درکار ہوتی ہے ورنہ بالفاظ قرآن "کہدو کہ خدا ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا" (انعام ۴۹)

کہ المفردات فی غریب القرآن ص ۵۴۰۔

آنحضورؐ دو چیزوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک "الہدیٰ" اور دوسرے "دین الحق" یعنی اطاعت خداوندی کا اصل الاصول پر مبنی انسانی زندگی کا مکمل اور متوازن نظام عدل وقسط، ہدایت دراصل ضابطۂ حیات ہے اور دین حق اس کی عملی اور تکمیلی شکل۔

آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں جہاں بہت سارے خطبے مرحمت فرمائے ان میں ایک بنیادی بات یہ بھی تھی۔

عن يزيد بن حبان قال لهٗ حصينٌ قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً خطيباً.... قال........ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فانما انا بشرٌ يوشك ان ياتيني رسول ربي فاجيب وانا تاركٌ فيكم ثقلين اولهما كتاب الله تعالىٰ فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به (رواہ مسلم)

یزید بن حبان سے روایت ہے کہ حضرت حصینؓ نے ان سے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلعم نے ہمارے درمیان خطبہ دیتے ہوئے فرمایا... لوگو! سن رکھو کہ میں (تمھاری طرح) ایک بشر ہوں ہو سکتا ہے کہ (عن قریب ہی) میرے رب کا قاصد مجھے بلانے کیلئے آجائے اور میں چلا جاؤں لیکن میں تمھارے درمیان دو اہم چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی چیز "کتاب اللہ" ہے جس میں (صرف) ہدایت اور روشنی (ہی روشنی) ہے تو دیکھو کتاب کو مضبوط پکڑے رہنا اور اس سے بالکل چمٹ جانا.....

اس حدیث میں آپؐ نے صرف "کتاب اللہ" کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی حیثیت بھی متعین فرمادی۔ فرمایا" اس میں لوگوں کے لئے ہدایت اور روشنی ہے" یعنی یہ انسانوں کے اعتقادی فساد اور بگاڑ، فکری و عملی کجی اور نفس پرستی جیسی دیگر ساری خرابیوں کا علاج ہے۔ اس سے دلوں کی تاریکی زائل ہوتی ہے اور اس کی جگہ روشنی لے لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے بڑی تاکید فرمائی کہ اس کو مضبوط پکڑے رہنا اور اس سے بالکل چمٹ جانا۔

قرآن کے ساتھ چمٹ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ چمٹنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی روشنی انسان پر آشکارا ہو جائے۔ اس کا پیغام، انھیں اپنی فطرت کی آواز معلوم ہو، اس کے نور سے ان کے قلوب و اذہان منور ہو جائیں، اس سے ان کے فکر و خیال کی دنیا بدل جائے آفاق

و النفس کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں تمام بنیادی سوالات کا تشفی بخش جواب انھیں مل جائے اور انبساطِ معرفت سے ان کے نفوس میں امن و سکون کی کیفیت پیدا ہو جائے اگر ایسا ہو تو اسی کا نام ہدایت ہے۔

(۴) فرقان : قرآن کی چوتھی اہم صفت "فرقان" ہے۔ "فرقان" دراصل "فرق" سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی حق و باطل، خیر و شر اور جائز و ناجائز کے درمیان امتیاز قائم کرنے والی کسوٹی کے ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے "یَوْمَ الْفُرْقَانِ" (انفال ۴۱) یعنی وہ دن جس میں حق و باطل اور حجت و شبہ کے درمیان امتیاز قائم ہوا۔ غزوۂ بدر کو فرقان سے تعبیر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس جنگ نے واقعات کی دنیا میں یہ دکھا دیا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اس کے معنی نور اور توفیق کے بھی آتے ہیں ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ — اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے
یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (انفال ۲۹) — تو وہ تمھارے لئے فرقان نمایاں کر دے گا۔

یہ آیت غزوۂ بدر کے سیاق میں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم پوری دلجمعی اور بے خوفی کے ساتھ دشمنانِ خدا سے لڑتے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کے ذریعہ تم حق و باطل میں امتیاز قائم کر سکو گے۔ فرقان کے متعلق مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ "فرقان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دے، یہ امتیاز پیدا کرنے والی شئ داخلی بھی ہو سکتی ہے، خارجی بھی، علمی اور عقلی بھی ہو سکتی ہے، عملی اور واقعاتی بھی ــــــ خود قرآن بلکہ اصل تورات کے لئے بھی ایک سے زیادہ مقامات میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے کہ اللہ نے یہ کتابیں حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لئے اتاری ہیں" [۱]

قرآنی تعلیمات میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں اس کے صحیح و غلط، جائز و ناجائز اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی نشاندہی نہ کی گئی ہو؟ قرآن کا ہر حکم گویا اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہے "زمین پر نرم چال چلو" کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر اکڑ کر نہ چلو، "خدا کا تقویٰ اختیار کرو" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو وغیرہ ــــــ اسی وجہ سے قرآن کو فرقان (حق و باطل

---

[۱] تدبر قرآن جلد سوم طبع ۱۹۷۶ء ص ۵۵-۵۶

میں امتیاز کرنے والی کسوٹی) کہا گیا ہے [۲]

صفاتِ قرآنی کا آپسی ربط : یہ ہیں قرآن حکیم کے خصوصی اور بنیادی اوصاف جو اسے دوسری کتبِ سماویہ کے مقابلہ میں حاصل ہیں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ الگ اور باہم کوئی ربط و تعلق نہ رکھنے والے اوصاف نہیں ہیں بلکہ ان میں گہرا اور فطری ربط کار فرما ہے اور یہ سب ایک ہی حقیقت اور ایک ہی مقصد کے مختلف تقاضے ہیں جو کتاب پوری انسانیت کیلئے آئی ہو اور خدا کا آخری ہدایت نامہ ہو قطعاً ضروری تھا کہ وہ کلام الٰہی ہو اور ہر عیب سے پاک ہو، وہ محفوظ ہو اور خدا تعالیٰ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہی ذمہ لے لے، وہ انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہو اور خدا اس کی ضمانت بھی دے اور وہ حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل ہو اور آخرت میں بھی خیر و شر کے امتیاز سے انسانوں کی تقدیر کا فیصلہ ہو۔

صفاتِ قرآنی سے مضامینِ قرآنی کی ہم آہنگی : قرآن مجید کی ان صفات پر ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے تو ان میں اور قرآن کے بنیادی مضامین (توحید، رسالت، خلافت اور آخرت) میں یک گونہ اتصال اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ قرآن کا کلام الٰہی ہونا اور ہر طرح کے عیوب اور غلطیوں سے پاک و صاف ہونا دراصل خدا کی یکتائی اور اس کی کبریائی کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی وہ ہر عیب سے پاک ہے وہ یکتا اور تنہا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، ان کی ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ پیغمبر کے ذریعہ پاکیزہ پیغام نازل کرتا ہے، ایسا پیغام کہ وہ محفوظ بھی ہو اور اس میں باطل کا گزر ناممکن ہے، آگے سے نہ پیچھے سے دائیں سے نہ بائیں سے قرآن میں ہے۔

لَا یَأْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ — اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت ۴۲) — ہے اور نہ پیچھے سے۔

(بقیہ صفحہ ۲ پر)

---

[۲] قرآن میں، قرآن کی ان مذکورہ صفات کے علاوہ ضمنی طور سے چند اور صفات بھی بیان ہوئی ہیں جیسے "حبل اللہ" "ذکر" "ضیاء" اور "نور" لیکن ان صفات کی روح اور حقیقی مدعا کے لئے کلام اللہ، محفوظ، ہدیٰ اور فرقان، جامع الفاظ یا جامع عنوانات ہیں۔ حبل اللہ کا تعلق کلام اللہ سے اور ذکر، ضیاء اور نور کا تعلق ہدیٰ سے ہے۔

از: محمد انیس الرحمٰن قاسمی*

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
غیروں کی نگاہ میں

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مساوات، عدل و انصاف اور انسانی ہمدردی کی جس مقدس تعلیم کو عملاً پیش کیا تھا آج اس کو عام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو صدر جمہوریہ ہند آر وینکٹ رمن نے ۲۲ ستمبر کو محسن انسانیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہے ہیں۔

رہے اس نام نہاد جمہوریت و مساوات کے دور میں بھی اخوت و مساوات کی بات درحقیقت فریب اور دھوکہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے، نعرہ بازی اور مصلحت آمیز جھوٹ سے الگ ہو کر اگر دیکھا جائے تو یہی سچ ہے، نا ہے کہ مساوات کے علمبرداران اس کے اصولوں کے صحیح مفہوم ہی سے بے خبر ہیں یا پھر جان بوجھ کر کم از کم پسماندہ دنیا کو دھوکہ دیتے رہے ہیں جبکہ ہندوستان کی کئی کروڑ آبادی اچھوت بنی ہوئی ہے، امریکہ میں حبشی اصل باشندے دوسرے درجے کے شہری تصور کئے جاتے ہیں، براعظم افریقہ میں کالے گورے کی جنگ جاری ہے، معاشرتی اور اقتصادی حالات پر کالے و گورے کی تمیز ایک مستقل مصیبت ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اس کی بنیاد توحید پر ہے اس کا لازمی نتیجہ نوع انسانی کی وحدت کا اعتراف ہے جب تمام انسان ایک ہی ذات

* ایڈیٹر روزنامہ "دیش بدیش" بھاگلپور، بہار

سے پیدا کئے ہوئے ہیں تو پھر رنگ و نسل کے امتیازات اس سے زیادہ اور کیا حیثیت رکھ سکتے ہیں، چنانچہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ پر مبنی جس معاشرہ کی تشکیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اس میں مساوات، اخوت اور ہمہ گیر آفاقی محبت و خیر خواہی اور انسان دوستی کی فضا نظر آتی ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور مورخ ٹوائن بی Prof TOYNBEE نے اسلام کے تمدنی اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"نسلی تفریق اور اونچ نیچ کا انسداد اور شراب کی حرمت یہ دو ایسے کارنامے ہیں کہ انہیں عالمگیر تہذیبی انقلاب کی تاریخ میں اسلام اور حضرت محمد کا محیر العقول کارنامہ کہا جاتا رہے گا۔"

(سولائزیشن آن ٹرائل) (Civilisation on Trial)

کارلائل (Carlyle) کا یہ قول نقل کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا ہے "پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی جامعیت، آپ کے ارادہ کی پختگی، آپ کی دعوت کی تاثیر، آپ کے پیغام کی صداقت، آپ کی نیت کے اخلاص، آپ کے اخلاق کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے افق عرب سے رفتہ رفتہ تمام تاریکیاں دفع ہو گئیں اور ایک نئی صبح کا پرچم لہرانے لگا، ایک متحدہ حکومت، ایک متحدہ تمدن، ایک منضبط قانون، ایک مکمل شریعت اور ایک ابدی مذہب کا درخشندہ وجود وجود میں آ گیا۔"

کارلائل کے یہ تاثرات جن حقائق پر مبنی ہیں اسے سامنے رکھئے اور پھر سوچئے کہ عرب کی سرزمین پر یہ انقلاب کس حیرت انگیز تیزی سے آیا، اور کس طرح دیکھتے ہی دیکھتے سارے جزیرہ نما پر حق کا نور سیلاب کی طرح پھیل گیا۔

سنہ ۱ھ مطابق ۶۲۲ء میں شہر مدینہ کے چند محلے اسلامی مملکت کہلانے لگے تو اس رقبہ میں یومیہ دس سال تک اوسطاً ۸۲۲ مربع میل کی بے نظیر سرعت سے اضافہ ہوتا

ہو۔ اور جب ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیاوی زندگی سے علیحدگی اختیار فرمائی تو پورے دس لاکھ مربع میل کا وسیع و عریض علاقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آچکا تھا۔ اور آپ کی رحلت کو پندرہ سال بھی نہیں گذرے تھے کہ احکام اسلام پر عمل کرنے کے باعث مسلمان ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر چھا گئے اور یہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ تھا جب ایک طرف مسلمانوں نے اسپین میں قدم جمائے تو دوسری طرف قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

اس بے مثال اور محیر العقول عروج کا سرچشمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دلکش و دلنواز شخصیت تھی آپ کے اصول کی ہمہ گیر صداقت: آپ کی سیرت طیبہ کی کشش نے ہر گوشہ اور طبقہ کو اپنی طرف کھینچ لیا، چنانچہ جتنا گہرا اور عالمگیر اثر آپ نے نوع انسانی کی تاریخ پر ڈالا آج تک کسی انسان کے حصے میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں آیا۔ آپ کے چشمہ فیض سے کوئی قوم بھی محروم نہیں، عربی، عجمی، زنگی، فرنگی، حبشی اور ہندی بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس کھلی ہوئی تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر جے ڈبلو ڈریپر ...... (T. W. DRAPER) لکھتے ہیں کہ:

"تمام انسانوں میں نسل انسانی پر سب سے زیادہ اثر محمدؐ نے ڈالا ہے۔"

عالمی شہرت یافتہ مورخ ایڈورڈ گبن (GIBBON) نے لکھا ہے کہ

"ایک ناقابل فراموش انقلاب جس نے کرۂ ارض کی تمام قوموں پر ایک نئے اور دائمی طرز کی اثر اندازی کی ہے وہ اسلام کے پیغمبر حضرت محمد کی سیرت و کردار ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمگیر انسانی برادری اور مساوات کا جو عملی تصور پیش کیا ہے اس کا اعتراف کرتے ہوئے پروفیسر ٹوائن بی (TOYNBEE) نے

"رنگ و خون کے تفرقوں کے انسداد کو عالمی تہذیب پر اسلام کا ایک

گرانقدر احسان قرار دیا ہے۔"

اور بقول ڈاکٹر رائیڈن (DR ROYDEN) پہلی حقیقی جمہوریت جس کا تصور ذہن انسانی نے پیدا ہوا اس کا اعلان محمدؐ کے مذہب ہی نے کیا ہے۔"

جان ڈیون پورٹ (JOHN DAVENPORT) نے اپنی کتاب "APOLOGY FOR MOHAMMED" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام مقننوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کے سوانح حیات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات سے زیادہ مکمل ہوں۔"

اس نے مزید تفصیل سے لکھا ہے کہ:

"حضرت محمدؐ کی ذات اقدس میں انسانی زندگی کی تمام حیثیتیں، آپ ایک شوہر، ایک باپ، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک تاجر، ایک افسر، ایک زاہد و عادل ایک سپہ سالار ان سبھی حیثیتوں میں آپ کی پیغمبرانہ معصومیت کی جھلک نظر آتی ہے۔"

ڈاکٹر سمتھ نے لکھا ہے کہ:

"آپ ایک یگانہ کوس تھے آپ نے ایک مذہب ایک تہذیب اور ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی۔" (محمڈ اینڈ محمڈن ازم)

سر ولیم میور (Sir William Muir) لکھتے ہیں کہ

"میرے نزدیک محمدؐ زندگی کے محور تھے، فیض ایزدی ان کی تمام امنگوں کے مخزن تھے اور ان کے ساتھی ان کی مکمل اطاعت کرتے تھے۔ اور یہ سب ان کے ایک اشارہ پر جان و دل نچھاور کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور غلاموں نے یورپ اور پوری دنیا کو کیا کچھ دیا، ان سب کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے البتہ بریفالٹ (BRIFFAULT) نے کھلے ذہن کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ:

مروت کیا کرتا تھا اپنے اصحاب اور مہمانوں کی دل کھول کر ضیافت کیا کرتے تھے
لیکن خود ان کے گھر کی نجی زندگی میں ہفتوں چولہا نہیں جلتا تھا۔ مال غنیمت آتا
تھا، خزانے اونٹوں پر آتے تھے دوسروں کو دیتے تھے لیکن خود اپنی بیٹی
فاطمہؓ کو کبھی کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ آپ کی بیٹی کے ہاتھ چکی پیسنے کی وجہ سے نشان
ہو گئے تھے اور بیٹی کے گھر میں اکثر فاقہ رہا کرتا تھا۔"

فرانسیسی مورخ پروفیسر سیڈیو (Prof. Sedillot) نے اخلاق نبوی کا
تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"آپ نہایت ہی منصف مزاج تھے مسکینوں سے محبت کرتے تھے غریبوں میں رہ کر
خوش ہوتے تھے۔ تنگدستوں کو ان کی تنگدستی سے نہ تو حقیر اور نہ بادشاہوں کو
ان کی بادشاہت کی بنا پر برتر سمجھتے تھے"

قرآن مجید کے انگریزی مترجم اور مفسر مارماڈیوک پکتھال نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا :-

"عرب پر غلبہ حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ اپنے پیروؤں سے برادرانہ انداز سے ملتے رہے
اور پہرہ داروں کی ضرورت نہ تھی اپنے لوگوں میں سادگی اور آزادی سے گھومتے تھے
ایک رہنما کی حیثیت سے ایک معلم کی حیثیت سے اور ایک
آزمائے ہوئے پرانے دوست کی حیثیت سے۔"

واشنگٹن ارونگ کا بیان ہے کہ :-

"اپنے انتہائی قوت و اقتدار کے دور میں بھی آپ نے وضع قطع اور اخلاق و عادات
میں وہی سادگی قائم رکھی جو پریشانی اور بے طاقتی کے زمانہ میں آپ کا وصف رہی
تھی۔ شاہانہ کروفر تو بڑی بات ہے اگر کسی مجلس میں آپ کے ساتھ کچھ خصوصیت کا
برتاؤ کیا جاتا تو وہ بھی آپ کو سخت ناگوار تھا"

اسلام کی اس انقلاب آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے فرانس کا مشہور مصنف موسیو لیبان لکھتا ہے۔

"اسلامی تہذیب کی تاریخ میں یہ نہایت ہی اہم واقعہ ہے کہ عربوں میں ایک طرح کی بیداری

"یورپین نشوونما کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر اسلامی تمدن کا فیصلہ کن اثر
نہ پڑا ہو لیکن یہ اثر سب سے زیادہ نمایاں اس صلاحیت کو بیدار کرنے میں پایا جاتا
ہے جو جدید دنیا کی سب سے نمایاں اور امتیازی شان ہے یعنی طبیعاتی سائنس
اور سائنٹفک اسپرٹ"

(میکنگ آف ہیومینٹی) (Making of Humanity)

ڈیلی ایکسپریس لندن ۱۰ نومبر ۱۹۱۵ء کے شمارہ میں ایک انگریز پروفیسر مرجیس نے
لکھا تھا کہ :-

"اگر کسی مرد عظیم کے بلند پایہ پیغام کو جانچنے کا پیمانہ تقدیس و تعظیم کے وہ جذبات
ہیں جو اس کے الفاظ لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کی آسمانی نوعیت
پر یقین رکھتے ہیں تو بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار عظیم ترین مقتداؤں
میں ہوتا رہے گا"

مشہور انگریز ادیب ٹامس کارلائل نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ :-

"آپ کا گھر معمولی اور کمتر لوگوں کے طرز کا تھا اور آپ کی عام غذا جو کی روٹی،
اکثر آپ کے چولہے میں مہینوں آگ روشن نہیں ہوتی تھی۔ آپ اپنے ہاتھ
سے جوتے گانٹھ لیتے تھے اور کپڑوں میں پیوند لگا دیا کرتے تھے کسی تاجدار
شہنشاہ کی اطاعت اتنی نہیں کی گئی جتنی کہ حضرت محمد کی۔ حالانکہ اس کے
بدن پر اس کے ہاتھ کی سی ہوئی عبا ہوتی تھی جس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔

اور رومیوں کے انحطاط و زوال کا شہرہ آفاق مورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ :-

"اپنی دنیوی طاقت کے عروج پر بھی محمد کی شرافت نفس نے شاہانہ ٹھاٹھ و
احتشام روا نہ رکھا۔ خدا کا پیغمبر گھر کے ادنیٰ کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتا تھا جھاڑو
دیتا تھا، بھیڑوں و بکریوں سے دودھ دوہتا تھا، اپنے کمبل اور جوتوں کی خود

پیدا ہوئی جس کے زیر اثر غیر متمدن و غیر مہذب انسانی دنیا تہذیب و تمدن سے آشنا ہو گئی۔

ہندوستان کے مشہور محقق و مورخ ایم این رائے کا کہنا ہے کہ :

"محمدؐ کی آواز ابتدائی دور میں ایک آواز تھی جس نے عرب کے قبائل کو متحد کر دیا، کچھ ہی عرصہ بعد اس سیاسی و مذہبی جھنڈے کے زیر سایہ سلطنت روما کے وہ تمام ایشیائی و افریقی صوبے آ گئے جو قدیم متزلزل نظام سے نکلنا چاہتے تھے۔ محمدؐ نے اسلام مذہب کے ذریعہ ایک ایسے ترقی پسند اور مذہبی نظام کا سنگ بنیاد رکھا جس نے فرسودہ خیالی توہم پرستی اور قدیم مذاہب کو موت کی گہری نیند سلا دیا۔"

مہاتما گاندھی جی نے ۷ر جولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار ہریجن میں لکھا تھا کہ :-

اب جبکہ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے عہدے قبول کرنے سے متعلق میرا مشورہ ماننے کا فیصلہ کر لیا ہے عوام کی جانب سے مجھ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کے متعلق اپنا نظریہ واضح کر دوں۔

"عوام اپنے وزیروں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اصولوں اور انتظامیہ میں سادگی پیدا کریں گے اور اس سادگی پر وہ شرمندگی محسوس نہ کریں گے بلکہ فخر محسوس کریں گے ہم سطح زمین پر سب سے غریب قوم ہیں، لاکھوں باشندے نیم فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے نمائندوں کے لئے نامناسب ہو گا کہ ایسا طرز عمل اختیار کریں جو عوام سے میل نہ کھاتا ہو۔ رام اور کرشن تو زمانہ قبل از تاریخ کے نام ہیں ان ناموں کو بطور مثال پیش نہ کروں گا۔ مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مثال پیش کرنے دیجئے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ شیواجی اور پرتاپ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی تھی، زمانہ اقتدار میں انھوں نے جو کچھ کیا اس میں رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ دولت ان کے قدم چومتی تھی مگر انھوں نے مشقت آمیز زندگی بسر کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ ان کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ ان کے دور دراز تعینات نمائندے

مستند اور گورنر موٹے اناج اور موٹے کپڑے کے علاوہ کوئی لباس استعمال کریں۔"

آج پوری دنیا نسلی تفاخر، قبائلی عصبیت اور حسب نسب کے بے جا غرور میں مبتلا ہے۔ عدم مساوات انسانی آبادیوں میں نفرت و حقارت پر مبنی دیوار چین سے بھی بڑی بڑی دیواریں حائل ہو گئی ہیں۔ خود ہمارا ملک ہندوستان نفرتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ذات و پات اور دوسری خود ساختہ مفروضات کی کشمکش خونریزی کی فرقہ وارانہ گرم ہوائیں چل رہی ہیں ان تمام خود ساختہ دیواروں کو منہدم کرنے کا حقیقی طریقہ یہ ہے کہ توحید و رسالت و آخرت کی بنیادوں پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو حرز جان بنایا جائے۔

آغاز کلام ہی میں میں نے صدر جمہوریہ ہند کا پیغام نقل کیا ہے اور اختتام پر بھی گاندھی کی ہدایات کو بھی درج کر دیا ہے اب یہ کام ان لوگوں کا ہے جو ایوانِ حکومت میں کرسی نشین ہیں اور جن پر ملک کی تعمیر و ترقی کا بار گراں ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے جن کے سینوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و تقدس ایمان کے درجہ میں ہے۔ امت محمدیہ داعیانہ کردار کو ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور یہ اہم فریضہ کبھی فراموش نہ کریں کہ اب نبوت یقیناً بند ہو گیا ہے۔ لیکن کار نبوت قیامت تک جاری رہے گا اور اس کی ساری ذمہ داری امت پر عائد ہوتی ہے۔

اٹھو کہ صدیقیت کے جلووں سے بزم ہستی کریں منور
اٹھو کہ اخلاق میں سمو لیں ہم اپنے عثمانیت کے جوہر
خلیل جلوہ ہو کارفرما، جانِ روح و نگاہ و دل پر
کریں ارادوں میں اپنے پیدا جلال فاروقیت کے تیور
اٹھو کہ اسلام کے نظام حیات کی مشعلیں جلائیں
اٹھو پریشان آدمیت کو دام طاغوت سے چھڑائیں

بدر جمال اصلاحی

اسلامی عربی تواریخ اور صحابۂ کرام

عربی ماہی مجلہ "صوت الاسلام" نمازئی پور کے شمارہ [illegible] جلد [illegible] میں فاضل نور الدین نور اللہ اعظمی کا مقالہ "لا یحکم فی الصحابة من کتب التاریخ" نظر سے گذرا، سخت حیرت ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے تمام اسلامی عربی تاریخوں کو بغاوت قرار دیتے ہوئے مشورہ دیا ہے کہ "کسی تاریخ پر بھی اعتماد نہ کیا جائے، کیونکہ یہ تمام تاریخیں شیعہ، خوارج، معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کے دباؤ میں آکر لکھی گئی ہیں، مورخین نے اپنی تاریخوں میں ہر طرح کا رطب ویابس روایتیں بھر دی ہیں جس کی وجہ سے وہ جھوٹ کا ایک طومار بن گئیں۔"

وہ اپنے گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے خبردار کر رہے ہیں کہ ان مورخین کو ذرا شعور نہ ہوا کہ ان روایات کی تحقیق کر لیتے، "فاضل مقالہ نگار اور بھی ذرا جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے قدیم اسلامی عرب مورخین کے حسن نیت، دینی اخلاص، اور محبت صحابہؓ پر حملہ کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ "ان مورخین کو معلوم تھا کہ بعض گمراہ فرقے قرون اولیٰ کے آغاز ہی سے صحابہ کے دشمن تھے، اب ان کے اندر ذرا بھی دینی اخلاص اور محبت صحابہ کی رمق ہوتی تو یہ روایات کو چھان پھٹک لیتے۔" پھر آنجناب گل افشانی فرماتے ہیں کہ اسی لئے کسی محقق عالم نے صحابۂ کرامؓ کے سلسلے میں عربی مورخین پر اعتماد نہیں کیا ہے اور نہ علمی میزان میں ان کا کوئی وزن ہے۔"

فاضل مقالہ نگار کا خیال ہے کہ "یہ مورخین امت میں زبردست فتنہ کا باعث بنے اور بعد کے لوگوں کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و حرمت پر حملہ کرنے کے لئے ہتھیار فراہم کر دیا۔"

ہم فاضل مقالہ نگار کے جھوٹ کا پول کھولنا چاہتے ہیں اور قارئین کے سامنے انہیں بے نقاب کرنا چاہتے ہیں، تاکہ آنجناب کی دھاندلی اور تلبیس سے ہر شخص ہوشیار ہو جائے۔

دیکھنا ہے کہ کیا واقعی ہمارے تمام مورخین اس قدر بزدل تھے کہ گمراہ قوموں نے زبردستی ان سے اپنی من گھڑت باتیں تاریخوں میں لکھوا لیں، یا انہیں زر کا لالچ دے کر ان کا ضمیر خرید لیا، یا وہ اتنے بے خبر اور بھولے بھالے یا بے دین، بدنیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے خالی تھے کہ جو کچھ واہی تباہی گمراہ فرقوں نے پھیلائی اسے جوں کا توں اپنی تاریخوں میں درج کر لیا۔

کیا محمد بن سعد (المتوفی سنہ ۲۳۰ھ) ایسے ہی تھے جن کی ثقاہت پر تمام محدثین اور مفسرین نے اعتماد کیا ہے:

خطیب بغدادی کہتے ہیں:

محمد بن سعد عندنا من اہل العدالة وحديثه يدل على صدقه فانه يتحرى في كثير من رواياته.	محمد بن سعد ہمارے نزدیک اہل عدالت میں سے تھے، اور ان کی حدیث ان کی صداقت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی اکثر روایات میں چھان بین سے کام لیتے ہیں۔
حافظ ابن حجر کہتے ہیں:-	
احد الحفاظ الكبار الثقات المتحرين	وہ بڑے ثقہ اور محتاط حفاظ حدیث میں تھے
ابن خلکان کہتے ہیں:-	
كان صدوقا ثقة	وہ سچے اور قابل اعتماد تھے۔
حافظ سخاوی کہتے ہیں:-	
كان ثقة	وہ ثقہ تھے۔

ابن تغری بردی کہتے ہیں :-

وثقه جميع الحفاظ ما عدا يحيى بن معين

ان کی توثیق یحییٰ بن معین کے سوا تمام حفاظ نے کی ہے۔

کیا ابن جریر طبری بھی فاضل مقالہ نگار کے مزعومے کے مطابق مجہول تھے۔ جن کی جلالت قدر بحیثیت مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ مسلم ہے۔ علم و تقویٰ دونوں کے لحاظ سے ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ امام ابن خزیمہ ان کے متعلق کہتے ہیں :-

ما اعلم على اديم الارض اعلى من جرير

میں اس وقت روئے زمین پر ابن جریر سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں جانتا۔

ابن کثیر کہتے ہیں :-

كان احد ائمة الاسلام علما وعملا بكتاب الله وسنة رسوله

وہ کتاب و سنت کے علم اور اس کے مطابق عمل کے لحاظ سے ائمۂ اسلام میں سے تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں۔

كان من كبار ائمة الاسلام المعتمدين۔

وہ بڑے اور قابل اعتماد ائمۂ اسلام میں سے تھے۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں۔

احد ائمة العلماء يحكم بقوله ويرجع الى رايه لمعرفته وفضله وقد جمع من العلوم مالم يشاركه فيه احد من اهل عصره

وہ ائمہ علماء میں سے ہیں۔ ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اس لائق ہیں۔ علوم میں ان کی جامعیت ایسی تھی کہ ان کے ہم عصروں میں کوئی ان کا شریک نہ تھا۔

ابن الاثیر اپنی "تاریخ الکامل" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

ابوجعفر اوثق فى نقل التاريخ وهو الامام المتقن حقا الجامع علما وصحة اعتقاد صدقا۔

ابوجعفر تاریخ نقل کرنے میں زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ وہ واقعی امام تھے، علوم کے جامع اور صحیح عقیدے کے حامل تھے۔

ابن خلدون جنگ جمل کے واقعات بیان کرنے کے بعد آخر میں ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

اعتمدناه للوثوق به وسلامته من الاهواء

ان کی ثقاہت و سلامت روی کی وجہ سے ہم نے ان پر اعتماد کیا۔

کیا حافظ ابوعمر ابن عبدالبر بھی شیعہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کے صید زبوں ہیں، جنہیں حافظ ذہبی نے "شیخ الاسلام" کے لقب سے یاد کیا ہے اور جن کے متعلق ابوالولید باجی لکھتے ہیں :-

لم يكن بالاندلس مثل ابى عمر فى الحديث

اندلس میں ابوعمر جیسا عالم حدیث کوئی نہ تھا۔

ابن حزم کہتے ہیں :

لا اعلم فى الكلام على فقه الحديث مثله اصلا فكيف احسن منه

میرے علم میں فقہ حدیث پر کلام کرنے میں کوئی ان کے برابر بھی نہ تھا کجا کہ ان سے بہتر ہوتا۔

ابن حجر کہتے ہیں :-

له تواليف لامثل لها منها كتاب "الاستيعاب فى الصحابة" ليس لاحد مثله۔

ان کی تالیفات بے مثل ہیں اور ان میں ایک "الاستیعاب فی الصحابہ" ہے جس کے مرتبے کی کوئی کتاب سیر صحابہ پر نہیں ہے۔

کیا ابن الاثیر بھی بدنیت، بددین اور محبت صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) سے خالی اور فسادی تھے، جن کی "تاریخ الکامل" اور "اسد الغابۃ" تاریخ اسلام کے مستند ترین ماخذ میں شمار ہوتی ہیں، اور بعد کے مصنفین میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ان پر اعتماد

ذکیا ہو قاضی ابن خلکان جو ان کے ہم عصر ہیں، "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں۔

كان اماماً فى حفظ الحديث ومعرفته	وہ حدیث کے حفظ، اس کی معرفت اور اس
وما يتعلق به حافظا للتواريخ	کے متعلقات میں امام تھے قدیم وجدید تاریخ
المتقدمة والمتاخرة، وخبيرا بانساب	کے حافظ تھے نیز اہل عرب کے انساب اور ان کے
العرب وايامهم ووقائعهم واخبارهم	حالات سے خوب واقف تھے۔

اور کیا ابن کثیر بھی ایسے ہی غیر معتبر ہیں جن کا مرتبہ مفسر، محدث اور مورخ ہونے کی حیثیت سے تمام امت میں مسلّم ہے۔ ان کی تاریخ "البدایۃ والنہایۃ" تاریخ اسلام کے بہترین ماخذ میں شمار ہوتی ہے، اور صاحب "کشف الظنون" کے بقول ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ۔

تميز بين الصحيح والسقيم	وہ صحیح اور ناقص روایات میں تمیز کرتے ہیں۔

....

حافظ ذہبی ان کی تعریف میں کہتے ہیں:

الامام المفتى، المحدث البارع	وہ امام، مفتی، قابل محدث، ماہر فقیہ
الفقيه المتقن	اور پختہ کار تھے۔

اور بہت سارے مورخین مثلاً ابن حجر عسقلانی، ابن خلکان، ابن خلدون، ابوبکر جصاص، ابوبکر ابن العربی، ملا علی قاری، محب الدین طبری وغیرہ وغیرہ کیا قابل اعتماد نہیں ہیں؟ یا تشیع سے ملوث ہیں؟ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں سوء ظن کے شکار ہیں؟

فاضل مقالہ نگار فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ایمان وعقیدے کا معاملہ ہے۔ ان سے محبت اور دوستی کا معاملہ ہے۔"

یہ عبارت گنجلک ہی نہیں بلکہ نہایت گمراہ کن بھی ہے۔ کیا آنجناب بتا سکتے ہیں کہ انبیاءؑ پر ایمان لانے کی طرح صحابہؓ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے؟ ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھ ڈالیے، کتاب وسنت دیکھ ڈالیے، آپ کہیں نہ پائیں گے "آمنت بالصحابۃ" اور یہ حکم کہیں نہ ملے گا کہ تم ان خطاؤں اور گناہوں سے بھی محبت اور دوستی رکھو جو بعض صحابہ سے

سرزد ہوئیں۔ یا یہ حضرات بھی روافض کے ائمہ اثنا عشری کی طرح معصوم تھے جن سے کوئی گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتا، ان کا گناہ بھی عین صواب ہے۔

اگر ہم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو حق پر مانیں تو کس اصول پر؟ کیا اسلام نے قیام خلافت کے لئے کوئی اصول متعین نہیں کیا ہے؟ کیا اس کے نزدیک دنیاوی بادشاہی اور خلافت راشدہ دونوں مساوی یکساں اور مطلوب ہیں؟ وہ دنیاوی بادشاہی جس میں اپنی حکومت بچانے کے لئے شریعت کی پامالی روا ہو، جس میں نو مسلموں پر غیر مسلموں کا ٹیکس لگایا جا سکتا ہو، جس میں بیت المال میں غیر شرعی تصرف روا ہو، جس میں سب سے پہلے مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین فدائی اور ان کے خاندان والوں کو برسر منبر گالیاں دی جاتی ہوں، اور جس کے کارندے بسر بن ابی ارطاۃ جیسے لوگ گھوم کر اہل بیت رسول کو نیست و نابود کر رہے ہوں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والیوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہو، ان کے معصوم بچوں کو ذبح کیا جاتا ہوں اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنا لیا جاتا ہو۔ وہ خلافت راشدہ جس میں امیر المومنین باربار اعلان کرتا ہو "اے لوگو! اگر میں خدانخواستہ راہ حق سے روگردانی کروں تو مجھے ٹوک دو، تم مجھے راہ مستقیم کی طرف موڑ دو"۔ جس میں بیت المال کو مسلمانوں کی امانت سمجھا جاتا ہو، جس کا مقصد اسلام کی سربلندی اور شریعت کا تفوق ہو، جس میں جنگ کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

آخر ہم ان صحیح احادیث اور معتبر تاریخی شہادتوں کو کس خانے میں رکھیں گے جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاؤں کا ذکر آیا ہے؟

حق یہ ہے کہ بعض صحابہؓ سے صغیرہ ہی نہیں کبیرہ گناہ تک سرزد ہوئے ہیں اور ایسا ہونا

عبدالباری اثری فلاحی

طلبہ، اساتذہ اور سرپرستوں سے

توجہ مطلوب ہے

"حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت میں کم سن تھا۔ میں نے اپنے ایک ہم عمر انصاری لڑکے سے کہا کہ چلو اصحابؓ رسول اللہؐ سے علم حاصل کریں کیونکہ ابھی وہ بہت ہیں۔ انصاری لڑکے نے جواب دیا کہ ابن عباسؓ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ اتنے صحابیوں کی موجودگی میں لوگوں کو بھلا تمہاری کیا ضرورت پڑے گی؟ اس پر میں نے انصاری لڑکے کو چھوڑ دیا اور خود علم حاصل کرنے میں لگ گیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ معلوم ہوا کہ فلاں صحابیؓ کے پاس فلاں حدیث ہے تو میں ان کے گھر دوڑا جاتا۔ اگر وہ قیلولے میں ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ان کے دروازے پر پڑا رہتا اور گرم ہوا میرے چہرے کو جھلساتی رہتی۔ جب وہ صحابیؓ باہر آتے اور مجھے اس حال میں پاتے تو متاثر ہو کر کہتے "رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی آپ کیا چاہتے ہیں" میں کہتا "سنا ہے آپؓ رسول اللہؐ کی فلاں حدیث روایت کرتے ہیں اسی کی طلب میں حاضر ہوا ہوں" وہ کہتے "آپ نے کسی سے کہلوا دیا ہوتا تو میں خود چلا آتا" میں جواب دیتا "نہیں اس کام کے لئے خود مجھی کو آنا چاہئے تھا"۔ پھر اس کے بعد یہ ہوا کہ رسول اللہؐ کے صحابہؓ وفات پا گئے تو پھر وہی انصاری دیکھتا کہ لوگوں کو میری کیسی ضرورت ہے۔ اور حسرت سے کہتا "ابن عباسؓ تم مجھ سے زیادہ عقلمند تھے"۔

("علم" از ضیاء الاسلام ص ۳۰، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو "حبرالامۃ" (امت کے بزرگ عالم) اور "ترجمان القرآن" کہے جاتے ہیں ان کے طلب علم کی سرگزشت کا یہ ایک حصہ آج کے طالبان علم، معلمین اور سرپرستوں کے لئے اپنے اندر بہت سے اسباق رکھتا ہے۔ لیکن میں صرف دو کی طرف نشاندہی پر اکتفا کروں گا۔

طلب علم کی راہ میں ایک طالب علم کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ اگر کمسن کے ساتھی اس کا ساتھ نہ دیں تو انھیں چھوڑ دینا چاہیے اور بیابر طلب علم میں سرگرداں رہنا چاہیے جب کہ آج بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب پڑھنے یا چھٹی منانے کی بات آتی ہے تب تو سبھی متفق ہو جاتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ کسی طرح پڑھائی کی نوبت نہ آئے لیکن جب محنت سے پڑھنے کی بات آتی ہے تو کم ہی ایسے ہوتے ہیں جو ساتھ دینے پر آمادگی دکھاتے ہیں۔ ورنہ اکثریت ٹال مٹول کی راہ اپناتی ہے اب آپ ہی ہمیں بتائیں کہ آپ رویہ تو انصاری لڑکے جیسا اپنائیں اور دل میں تمنا رکھیں کہ ہم ابن عباسؓ کی طرح "حبرالامۃ" بن جائیں تو یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر "حبرالامۃ" بننا چاہتے ہیں تو موجودہ روش چھوڑ کر ابن عباسؓ کی روش اپنانا پڑے گی تب جاکر بن جائیں گے کیونکہ اللہ کی سنت ہمیشہ ایک رہی ہے۔ "ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا"۔

آج کل ہمارے معاشرے میں ایک بیماری ٹیوشن کی پھیل گئی ہے جس سے کہ مختلف نقصانات کے ساتھ ساتھ اہل علم کی تذلیل ہو رہی ہے۔ انھیں محض اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے ایسا کرنا اور در در جانا پڑتا ہے اور جو ٹیوشن کراتے ہیں وہ چونکہ صاحب حیثیت ہوتے ہیں اس وجہ سے انھیں اس کا موقع مل جاتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ احترام علم کے منافی ہے۔ رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی سے بڑھ کر ہم میں سے کون صاحب حیثیت ہو سکتا ہے لیکن ان کا اسوہ یہ ہے کہ وہ طلب علم کے لئے جاتے ہیں۔ معلم کے آرام کا خیال کرتے ہیں اور معلم کے یہ کہنے پر کہ "آپ نے کسی سے کہلوا دیا ہوتا تو میں خود چلا آتا" جواب

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

● ادریس ضیاءؔ
کلا ٹھاکریت اعلیٰ پور
بدایوں، یوپی

نعت

رہبر جو کارواں کے شہِ مرسلاں نہیں
ایسے مسافروں کو کہیں بھی اماں نہیں

گمراہیاں ہی دیں گی تری یاوہ گوئی سب
ذکرِ نبی کی جن میں گل افشانیاں نہیں

پھیلی ہوئی شدید مسائل کی دھوپ ہے
ان کے علاوہ کوئی یہاں سائباں نہیں

کس طرح دیکھ پائیں بلندی حضور کی
چشمِ تصورات میں وہ پتلیاں نہیں

انسانیت کے آخری معمار ہو تمہیں
تعمیر کے تمہاری نمونے کہاں نہیں

پڑھ لیجئے کہیں سے بھی پیغامِ مصطفےٰ
نفرت کا اس پیام میں نام و نشاں نہیں

عظمت نہ پا سکے گی کبھی زندگی ضیاءؔ
یادیں اگر حضور کی پیوندِ جاں نہیں

● ادریس ضیاءؔ

غزل

یہ کس کے ساتھ زمیں کیسا سلوک کرتا ہے
یہ ہم سے پوچھو زمانے کو ہم نے برتا ہے

اڑان ذہن سے وابستہ ہے پَروں سے نہیں
یہ اس سے کہہ دو اگر جو سیرِ پر کرتا ہے

اسے ضرور کہیں تربیت ملی ہوگی
سمندروں سے جو تالاب بات کرتا ہے

کہانی ختم یہ ہوتے ہی ہوتے ہوتی ہے
پیالہ غم کا بھرتے ہی بھرتے بھرتا ہے

سمیٹ لیتا ہے سورج جو روشنی کی بساط
ہمارے ذہن میں پھر ایک چاند ابھرتا ہے

چمن کی خیر ہو یارب، چمن کا ذمہ دار
خزاں سے روز اکیلے میں بات کرتا ہے

بدل گئے ضیاءؔ حالات اس کے جب سے وہ
بہت ہی سوچ سمجھ کر سلام کرتا ہے

غزلیں

عبدالرزاق شبنم

مری کمی کا اثر ہے مری جبیں کا اثر
ترا ادب کا جو نقش و نگار باقی ہے

مجھے جنوں کا صلہ کیا ملے ملے نہ ملے
ابھی خرد کو رہِ پیچ دار باقی ہے

مٹا سکا ہے کوئی آج تک کا نقشِ قدم
کہ جن کے دم سے وطن کا وقار باقی ہے

وہ تم سنا رہے تھے حدیثِ عشق و وفا
کسی کی دل میں ہوئی ایک یادگار باقی

خدا گواہ ہے شبنم کے عشق و وفا کا
رگوں رگوں میں ابھی تک خمار باقی ہے

قمر رسولپوری، اعظم گڑھ

کتنا عجب ہے رمز رموز و نیاز میں
دل کا ہے سوز اہلِ محبت کے ساز میں

جا جا کے آستاں پہ ہے اک تو ہی کرنا
سجدے کچھ اور کر لو سایۂ جبینِ نیاز میں

دل جب سے تیرا شہر یہ تو دیوانگی کیا
سر تو جھکا ہوا ہے مگر نماز میں

مجبور جس کے کیجئے وہ دنیا پہ چھا گئے
کس میکدے کو ڈھونڈ رہے ہیں مجاز میں

غیروں کے در پہ خم نہیں ہوگی کبھی
اتنا تو ہے وقار جبینِ نیاز میں

بقیہ: تعارف و تبصرہ

۳۔ مختلف فیہ مسائل کو عمومی انداز میں پیش کیا گیا ہے جو مناسب نہیں بلکہ اختلاف کا تذکرہ بھی کیا جانا چاہیئے مثلاً عثمان غنی کو خلفائے کرام کی فہرست میں بلا اختلاف ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مختلف فیہ معاملہ ہے۔ وغیرہ

توقع ہے کہ آئندہ ان نقائص کی اصلاح ہو جائے گی اور مثبت کوشش کی طرف توجہ دی جائے گی۔

غزل

از: منور بن محبوب کیراکت

یہ بھی اک واردات ہے اے دوست
دل ابھی تک حیات ہے اے دوست

میری ہر رات اک برات رہی
ابھی کل ہی کی بات ہے اے دوست

تم کو سجدہ کئے فرشتوں نے
وہ ہماری ہی ذات ہے اے دوست

کاش ناصح کو بھی خبر ہو جائے
عشق وجہِ نجات ہے اے دوست

آرزوئیں جو ختم ہو جائیں
زندگی کی وفات ہے اے دوست

دل مرا رائیگاں نہ ہو جائے
بس یہی کائنات ہے اے دوست

آج ہم اس مقام پر ہیں جہاں
کوئی دن ہے نہ رات ہے اے دوست

ہم زمانے کو پھیر دیں ترتیب
کیا عجب کی بات ہے اے دوست

آگئے پیچھے ہوئے ہیں ارض و سما
آج ملنے کی گھات ہے اے دوست

یہ بتانے کو جی رہا ہوں میں
ہر نفس کو ممات ہے اے دوست

زندگی تیرے گزر جائے
یہ مقدر کی بات ہے اے دوست

میں بتاؤں کہ زندگی کیا ہے؟
معنیٔ کائنات ہے اے دوست

ہاں منور کی فکر کیا کہنا
ایک دریا حیات ہے اے دوست

بقیہ: انجمن طلبہ قدیم ......

اس میٹنگ میں دوسری اور تجاویز کے ساتھ ایک تجویز یہ بھی آئی کہ انجمن کے نظام وظائف کو مزید وسعت دی جائے اور طلبہ کی ہنگامی اور ناگہانی ضروریات کے لئے ایک صندوق الخیر قائم کیا جائے جس سے مستحق طلبہ کا وقتی تعاون کیا جا سکے۔ ایک فلاحی بھائی نے اس فنڈ کے لئے اپنا تعاون پیش کیا اور سکریٹری صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اس فنڈ کو باقاعدہ قائم کریں اور تمام فلاحی حضرات اس فنڈ میں مستقل اور باضابطہ تعاون بھیجتے رہیں۔

— سکریٹری انجمن

انجمن طلبہ قدیم

ایک نظر میں

جامعۃ الفلاح جن اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر قائم کیا گیا ہے انھیں مقاصد کے حصول کے لئے طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کو منظم کرنے، ان کی صلاحیتوں کو ان مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے، جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنے اور مقاصد جامعہ کے حصول کے لئے دیگر دینی و تعلیمی اداروں سے ربط رکھنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے کے لئے سنہ ۱۹۷۴ء میں انجمن طلبہ قدیم کا قیام عمل میں آیا تھا۔ الحمد للہ اس وقت سے اب تک یہ ان مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہے۔ طلبہ قدیم کی علمی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے، تعلیمی رہنمائی فراہم کرنے، مدارس اور طلبہ قدیم سے روابط قائم کرنے اور رکھنے وغیرہ مقاصد کے حصول کے لئے ماہنامہ مجلہ "حیات نو" کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ جو ہنوز تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے نکل رہا ہے۔ طلبہ قدیم کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مستقل وظائف دیئے جا رہے ہیں۔ مختلف مواقع پر ان کو ہر طرح کا تعاون بھی فراہم کیا جاتا ہے۔ جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کو مسلسل عملی تعاون دیا جا رہا ہے مثلاً

- جامعہ کی ماسٹر پلاننگ میں تعاون اور اس کو آگے بڑھانے کی کوشش
- طالبات کی لائبریری کا قیام
- جامعہ طلبہ و طالبات کی لائبریری کے لئے کتابوں اور الماریوں کی فراہمی
- تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات
- مطبخ میں طلبہ کے بیٹھنے کے لئے میزوں و بنچوں کا نظم
- طلبہ کے لئے کیمپس میں کینٹین کا قیام
- انعامی مقابلے
- طلبہ جامعہ کو وظائف
- طالبات کے لئے بس کی فراہمی وغیرہ۔

آئندہ بھی فوری توجہ کے حامل کچھ منصوبے ہیں۔ مثلاً فراہمی بس کے مہم کی تکمیل، جامعہ اور

طلبۂ قدیم کی ضروریات کے لئے جیب کی فراہمی حاجت مند اور نادار طلبہ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک فنڈ کا قیام، طلبۂ قدیم کی علمی کاوشوں کی اشاعت، طلبہ کے لئے ٹیکنیکل ٹریننگ کا نظم وغیرہ

اسی طرح طلبۂ قدیم کو باہم مربوط رکھنے اور ان کی کارکردگی کو مؤثر بنانے کے لئے دفتر انجمن طلبۂ قدیم سے مستقل ربط کا نظم انتہائی اہم مسئلہ ہے اسی کو بروئے کار لانے اور مستحکم کرنے کے لئے ایک فارم شائع کیا جارہا ہے جو تمام ہی طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کو بھیجا جائے گا۔ (جن تک نہ پہنچ سکے وہ دفتر انجمن سے یہ فارم طلب کر کے حاصل کر لیں) وہ اسے پُر کر کے پہلی فرصت میں دفتر انجمن کو روانہ کر دیں۔

۲۳ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ریکانیشن گراؤنڈ باندرہ بمبئی میں ایس۔ آئی۔ ایم کی جانب سے ہونے والی کل ہند "اقدامات کانفرنس" میں شریک طلبۂ قدیم کی ایک میٹنگ ہوگی، اس میں طلبۂ قدیم شریک ہوں وہاں بھی یہ فارم دستیاب ہوگا۔

ان منصوبوں کی تکمیل میں تمام اہل علم، اہل خیر خصوصاً طلبۂ قدیم کا تعاون درکار ہے۔

طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح متوجہ ہوں!

الحمد للہ اجلاس عام ہونے جارہا ہے۔ اس سلسلے میں فوری طور پر چند امور کی طرف توجہ فرمائیں۔

(۱) اجلاس کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی مشورہ دینا چاہیں تو ارسال فرمائیں۔

(۲) اپنے موجودہ پتے سے دفتر انجمن طلبۂ قدیم کو مطلع کریں تاکہ رابطے میں سہولت ہو۔

(۳) ابھی سے اس میں شرکت کی تیاریاں شروع کر دیں۔

(۴) حیات نو فوراً جاری کروالیں تاکہ اسی کے ذریعے تفصیلات آپ تک پہنچتی رہیں۔

(۵) اگر آپ کے پاس دوسرے فلاحیوں کے موجودہ پتے ہوں تو زحمت فرما کر انہیں بھی ارسال کریں۔

(۶) اپنی علمی کاوشوں کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

(۷) ۲۳ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو باندرہ بمبئی میں ایس۔ آئی۔ ایم کی جانب سے ہونے والی "اقدامات کانفرنس" میں فرزندانِ طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی ایک نشست ہوگی، کانفرنس میں شرکت کرنے والے اس میں شرکت فرمائیں۔

سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم

ابن اسلم فلاحی کے قلم سے

اخبار علمیہ

خلائی قلم

عام طور پر کوئی بھی قلم جب اسے الٹا کیا جائے یا اس سے کسی چکنی سطح پر لکھا جائے، نہیں لکھتا یا پانی کے اندر مثلاً سمندر کے اندر رہ کر بھی اس سے نہیں لکھا جاسکتا مگر اب دس لاکھ ڈالر کے خرچ سے ایک ایسا قلم تیار کیا گیا ہے جس کی مدد سے سمندر کی تہ میں بیٹھ کر بھی لکھا جاسکتا ہے، اسے الٹا کر کے بھی لکھا جاسکتا ہے اور یہ کسی بھی موسم میں کسی بھی درجہ حرارت کے تحت اچھا لکھ لیتا ہے یہ پھسلواں یا چکنی سطحوں پر بھی لکھ سکتا ہے۔ خلا میں تو خلا باز عام طور پر الٹی پوزیشن میں رہتا ہے۔ دراصل یہ قلم خلا بازوں کے لئے ہی بنایا گیا تھا یعنی اپالو خلائی پروگرام کی خاطر لیکن اب یہ عام استعمال کے لئے بھی کم قیمت پر دستیاب ہے۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور جلد ۳۱، ش ۹، ص ۵۹، ستمبر ۱۹۹۱ء)

"اردو" دنیا بھر میں بولی جانے والی دوسری بڑی زبان

اردو دنیا بھر میں بولی جانے والی دوسری بڑی زبان ہے یہ انکشاف یونیسکو کے زیر اہتمام ایک تحقیقی رپورٹ سے ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں چینی زبان سب سے زیادہ افراد بولتے ہیں اور اس کے بعد اردو دوسرے نمبر پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آئندہ صدی میں اردو زبان کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔ ۳۰ سال میں اردو دنیا کی سب سے بڑی زبان بن جائے گی رپورٹ میں انگریزی زبان کو تیسرے نمبر پر رکھتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی مقبولیت آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی ہے۔

(روزنامہ "پاکستان" لاہور ۱۶ جولائی ۱۹۹۱ء)

کیرلا کے مسلمانوں پر ڈائرکٹری کا اجراء

حال ہی میں کیرلا کے مسلمانوں کے بارے میں ایک ڈائرکٹری کا اجراء عمل میں

ہے ملیالی زبان میں مرتب کردہ اس ڈائرکٹری کا نام "کیرل مسلم ہسٹری اسٹاٹیسٹکس اینڈ ڈائرکٹری" رکھا گیا ہے۔ ابتدائی طور پر ۱۰۱۰ صفحات پر محیط اس کی دوسری جلد کو شائع کیا گیا ہے۔ ڈائرکٹری کا پہلا حصہ ادارت کے آخری مراحل میں ہے جب کہ تیسری جلد بعد میں شائع کی جائے گی۔ ڈائرکٹری کو اڈاپی (کوچین سے قریب) چرتریم پبلشرز نے شائع کیا ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر سی کے کریم ہیں۔ جو کیرلہ یونیورسٹی میں علم تاریخ کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ اس کام میں انہیں دیگر چار مدیوں کے علاوہ مختلف موضوعات کے بے شمار مصنفین کا تعاون بھی حاصل رہا ہے۔ اس کی قیمت پانچ سو روپے رکھی گئی ہے۔

شائع شدہ دوسرے حصے میں کیرلہ کے مسلمانوں کی تاریخ کا احاطہ اور ممتاز مسلم پیشہ ور افراد جیسے ڈاکٹر، انجینیر، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، جرنلسٹ وغیرہ کی فہرست شامل ہے۔ مکاتب، مساجد (ان کی تاریخ کے ساتھ)، یتیم خانے، اسکولوں، کالجوں، ٹکنیکل اداروں وغیرہ کی فہرست بھی اس میں شامل کی گئی ہے۔ اس میں ریاست کے مسلمانوں کی ملکیت کے رسائل وجرائد کی تعداد ۷۰ کے آس پاس بتائی گئی ہے لیکن ان میں بیشتر فی الحال بند ہیں۔

(سہ روزہ "دعوت" نئی دہلی ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بقیہ :- توجہ مطلوب ہے

دیتے ہیں "نہیں" اس کام کے لئے خود بھی کوشاں ہونا چاہئے تھا" تو پھر ہما شما کی کیا گنتی ہے واضح رہے کہ انھوں نے "اس کام کے لئے اپنی آمد کو ضروری قرار دیا ہے ورنہ کوئی اور کام ہوتا تو اس بات کی گنجائش تھی کہ وہ انہیں بلا بھیجتے لہٰذا معلمین کو چاہئے کہ وہ اپنے وقار کو باقی رکھیں۔ رہی ضروریات زندگی کی تکمیل کی بات تو وقار کو مجروح کئے بغیر دوسرے ذرائع سے بھی اسے پورا کیا جا سکتا ہے لیکن محض اس کے لئے وقار کو بھینٹ چڑھانا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اصحاب حیثیت کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں آداب تحصیل علم کا لحاظ کریں کہ درحقیقت اسی میں عزت وبرکت ہے۔

● عبدالبر اثری فلاحی

تعارف وتبصرہ

سیرت ابن ہشام

از: عبدالملک ابن ہشام باہتمام جہاد فلاحی

صفحات : ۳۲ — قیمت : ۲/۵۰ روپئے

ملنے کے پتے (۱) پاکیزہ کتاب گھر حاجی لاج رام پور یو-پی ۲۴۴۹۰۱ انڈیا

(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳، بازار چتلی قبر — دہلی ۱۱۰۰۰۶

(۳) کریسنٹ پبلشنگ کمپنی ۳۵-۲۰۳۲، ممتاز بلڈنگ، قاسم جان اسٹریٹ، بلی ماران دہلی ۱۱۰۰۰۶

یہ کتاب دراصل سیرت کی اولین مطبوعہ کتاب "سیرت ابن ہشام" کے ایک حصے کی تلخیص ہے۔ یہ "تلخیص" مولانا عبدالجلیل صدیقی اور مولانا غلام رسول مہر کے "سیرت ابن ہشام" کے اردو ترجمے سے تیار کی گئی ہے۔ اس کے اندر سرور کائنات حضرت محمدؐ کے عہد کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی گئی ہے۔ یہ کتاب دو تین پہلوؤں سے خاص طور سے قابل تعریف ہے۔ اول تو مختصر ہے۔ دوسرے عام طور سے سند بھی بیان کی گئی ہے۔ جس سے اس بات کی حیثیت متعین کرنا اردو داں طبقے کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ تیسرے اصل مراجع کو اردو زبان میں اردو داں طبقے کے سامنے پیش کرنے کی (اگرچہ اختصار سے) بہترین کوشش ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ قاری کو اصل چیز من وعن مل جاتی ہے۔ ورنہ دوسری سیرت کی کتابوں میں بہت کچھ مصنف کی طرف سے اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے جہاں بہت سے فائدے ہوتے ہیں وہیں بہت کچھ نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ

بسا اوقات اس اضافہ میں اصل حقیقت گم ہو جاتی ہے۔

دو پہلوؤں کی طرف مزید توجہ دی جائے تو کتاب اور سود مند ہو سکتی ہے۔ اولاً ترجمے کی خامیوں کی اصلاح کر دی جائے۔ بہت ساری جگہوں پر یہ خامیاں کھٹکتی ہیں، میں بطور مثال بعض کا تذکرہ کرتا ہوں۔ پہلے ہی صفحہ پر چوتھی لائن میں ہے "حسان نے کہا: خدا کی قسم میں سات آٹھ سال کا قریب البلوغ لڑکا تھا" "سن بلوغ کو پہنچنے" کا معنی ادا کرنے کے لئے "قریب البلوغ" کا استعمال صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح صفحہ تین پر اخیر کی دو سطروں میں یہ عبارت ہے "اور ان اخلاق سے جو مشہور لوگوں کے دامن کو ناپاک کر دیتے ہیں" اخلاق کے بجائے عادات ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، پھر یہ کہ اخلاق یا عادات جو بھی استعمال کریں وہ دامن کو ناپاک نہیں کرتے ہیں بلکہ داغدار کرتے ہیں۔ لہذا ناپاک کرنے کی جگہ "داغدار کرنا" ترجمہ ہونا چاہئے تھا۔

اسی طرح صفحہ ۱۲ پر چھٹی سطر میں "میرے بھائی کے بیٹے" لکھا ہے جبکہ سیدھے سیدھے "میرے بھتیجے" ترجمہ ہو سکتا تھا۔

اسی طرح صفحہ ۱۶ پر پندرہویں سولہویں سطروں میں ہے: "اے چچا اللہ نے دیمک کو نوشتہ قریش پر غالب کر دیا! اس نے جتنے اللہ کے نام تھے وہ تو چھوڑ دیئے۔ اور جتنی ظلم زیادتی، قطع رحمی اور بہتان کی باتیں تھی اس نے اس میں سے سب نکال ڈالیں" دیمک کوئی چیز نکالتی نہیں بلکہ چاٹتی ہے لہذا اس کے لئے "نکال ڈالیں" کے بجائے "چاٹ ڈالیں" سے ترجمہ ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ ذیلی عناوین قائم کر دیئے جائیں۔ اس سے یک نظر پوری کتاب کو بھی سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے اور مطلب کی چیز براہ راست حاصل بھی کی جا سکتی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اصل عربی کتاب میں حتی المقدور اس قسم کے عناوین قائم کئے گئے ہیں۔ اخیر میں دعا ہے کہ اللہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور بارآور کرے۔ آمین

کشمیر کی کلی

از زیب ملیح آبادی، صفحات: ۳۲

کتابت و طباعت: عمدہ، قیمت: ۲/۵۰ روپے

ملنے کے پتے: ۱۔ پاکیزہ کتاب گھر حجاب لاج، رام پور، یوپی
۲۔ مرکزی مکتبہ اسلامی — چتلی قبر دہلی ۶
۳۔ کریسنٹ پبلشنگ کمپنی بلی ماران دہلی ۶

یہ کتاب دراصل تاریخ کشمیر کا ایک حسین باب سامنے لاتی ہے جس سے جہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ کشمیر میں کب اور کس طرح مسلمانوں نے قدم رکھا اور اپنے قدم جمائے۔ وہیں اغیار کے مسخ تاریخ کے تار و پود بکھرتے ہیں۔ اور حقیقت واشگاف ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ایسا اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے کہ قاری کو حوصلوں سے بھر دیتی ہے۔ لہذا ہر شخص کو اسے ضرور پڑھنا چاہئے۔ البتہ بادشاہ کے لئے جو نامناسب القاب استعمال کئے گئے ہیں ان کی اصلاح کر دی جائے۔ مثلاً "ان داتا" "راجاؤں کے راجہ" "مہابلی" وغیرہ۔

نماز کی آسان کتاب

مؤلف: قاری محمد مشتاق — صفحات: ۳۲
کتابت و طباعت عمدہ — قیمت: ۳/۵۰ روپے
ناشر: پاکیزہ کتاب گھر، حجاب لاج، رامپور (یوپی)

اس کتاب کے اندر اذان، نماز کی دعاؤں، اور چند سور وغیرہ کو اردو املا اور اصوات عربی کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عربی سے ناآشنا حضرات کے لئے تیار کی گئی ہے اس کا مقصود ان کے لئے آسانی پیدا کرنا ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے بھی واضح ہے۔ لیکن اس طرح کی کوشش بہت زیادہ مفید نہیں کہی جا سکتی کیونکہ اول تو اس طرح کی کوشش کا نتیجہ مفید ہونے سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ اس طرح جو سہولت پیدا کی جاتی ہے دراصل وہ معذوروں کے لئے ہوتی ہے اور وہ بھی صرف اسی وقت تک کے لئے صحیح ہوتی ہے جب تک کہ عذر رفع نہ ہو جائے اور اس مہلت میں بھی رفع عذر برابر پیش نظر رہتا ہے۔

سہولت پیدا کرنے کی اس کوشش کے بارے میں اگر یہ اندازہ ہو کہ لوگ اس پر تکیہ

کرلیں گے اور رفع عذر سے غافل ہو جائیں گے تو تسہیل کی اس کوشش کے بجائے رفع عذر پر توجہ دینی چاہیئے گرچہ اس میں کچھ وقت زیادہ ہی لگے اور کچھ زیادہ ہی مشقت اس کی خاطر اٹھانی پڑے، ورد اس مسئلہ میں تسہیل کے بجائے رفع عذر کی کوشش زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ جس انداز کی کوشش کی گئی ہے اس کے مطابق واقفیت بہم پہنچانے کے بجائے ناظرہ سکھا کر واقفیت بہم پہنچانا زیادہ آسان ہے۔ کیوں کہ جہاں تک عربی اردو حروف کا تعلق ہے تقریباً یکساں ہیں۔ اردو رسم الخط پر حرکات و سکنات لگا کر سہولت پیدا کی گئی ہے۔ اس کے بجائے عربی رسم الخط پر حرکات و سکنات کیسے آتے ہیں اور لگائے و پڑھے جاتے ہیں سکھا دیا جائے تو بھی قاری آسانی سے پڑھ سکتا ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

لہٰذا بہتر ہے کہ ہم اس بات کی کوشش کریں کہ لوگ عربی تعلیم کی طرف راغب ہوں اور ہر چیز سمجھ کر پڑھیں کہ اس تلاوت میں جو حلاوت ملے گی وہ کسی صورت میں نہیں حاصل ہو سکتی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بحالت مجبوری ناظرہ کی حد تک واقفیت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت مناسب نہیں کہ اس میں اور بھی متعدد نقصانات ہیں۔

چند ضمنی قابل توجہ امور:

مشدد حرف کو جس انداز سے اردو املا اور صوات عربی میں دکھایا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے یعنی یہ کہ پہلے حرف پر تشدید (ّ) اور دوسرے حرف پر حرکت مثلاً " اَنَّ " کو یوں دکھایا گیا ہے۔

• اَنْ نَ جبکہ مشدد حرف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہے دونوں کو ملا کر مشدد کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے یوں دکھایا جانا چاہیے اَنَّ

۲۔ کتابت کی بعض غلطیاں ہیں جن کی اصلاح ہو جانی چاہیئے۔ " اسحاق بن داہویہ " لکھا ہے جبکہ صحیح " اسحاق بن راہویہ " ہے

" امام نخعیؒ " لکھا ہے جبکہ صحیح " نخعیؒ " ہے۔

" اَثمہ " لکھا ہے جبکہ صحیح " ائمہ " ہے۔ " جبرئیلؑ " لکھا ہے جبکہ صحیح " جبریلؑ " ہے۔

محمد اسمٰعیل فلاحی

جامعہ کے لیل و نہار

مولانا علی میاں صاحب کا خطاب

عالم اسلام کے نامور عالم اور عربی کے بلند پایہ ادیب حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی ۲۹ اکتوبر سنہ ۹۵ء کو جامعہ تشریف لائے طلبہ اور اساتذہ نے پرجوش، پرتپاک اور دلی خیر مقدم کیا۔ مولانا کے ہمراہ مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور مولانا سعید الرحمان صاحب اعظمی تشریف لائے۔ مولانا نے طلبہ و اساتذہ سے خطاب کے دوران جامعہ سے اپنے دلی لگاؤ اور تعلق خاطر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا میں یہاں آکر ذرا بھی اجنبیت اور غیریت نہیں محسوس کر رہا ہوں۔ میں اپنے کو یہاں ایسے پاتا ہوں گویا کہ میں ندوہ میں اپنے طلبہ و اساتذہ کے درمیان ہوں۔ میں کسی دوسری جگہ نہیں ہوں، اپنے گھر میں ہوں۔ میں نے جامعۃ الفلاح کو اپنے تصور اور تخیل سے زیادہ بڑا اور عظیم پایا۔ اس طرح کے اداروں کا حکومت کو مشکور ہونا چاہیئے اور ان کی قدر کرنی چاہیئے کہ زندگی کے اس دور میں یہ انسانیت کی تعمیر کر رہے ہیں۔ نیکی اور شرافت کا سبق دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے بجائے حکومت انھیں پریشان کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں جس طرح جامعہ کے ذمہ داروں کو پولیس نے پریشان کیا اور مقدمات میں پھانسا، یہ بڑی افسوسناک بات تھی۔ ایسی افسوسناک بات کہ ملک کے تمام اداروں کو اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیئے تھا۔ یہ تمام اداروں کا معاملہ ہے۔

مولانا مدظلہ العالی نے طلبہ کو خاص طور سے نصیحت کی اور کسی ایک فن میں اختصاص اور

---

[1] سلمی اور عمران کے بہانے پولیس نے جو ہنگامہ برپا کیا جس کی تفصیل گزشتہ شماروں میں آچکی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ماہرانہ بصیرت پیدا کرنے پر زور دیا، انشاء اللہ آئندہ مولانا موصوف کی تقریر کا پورا متن شائع کیا جائے گا۔

حسنین سید صاحب جامعہ میں

جناب محمد حسنین سید صاحب جامعی جماعت اسلامی ہند کے قدیم ترین ارکان میں سے ہیں۔ اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۱ء میں "ترجمان القرآن" سے اطلاع ملی اور اکتوبر ۱۹۴۱ء میں آپ رکن بن گئے۔ ۲۳ اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو موصوف کے دولت کدہ دربھنگہ میں مشرقی ہند کا ایک اجتماع ہوا تھا جس میں مولانا مودودیؒ اور دیگر اکابرین نے شرکت کی تھی۔ موصوف مختلف مواقع پر بہار، بنگال اور آسام کے امیر حلقہ رہے ہیں۔ ہندوستان کے بڑے لیڈروں پر آپ نے بڑا کام کیا۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم آپ کے مشفق استاد تھے اور بڑی محبت فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو جماعت سے قریب کرنے میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔ ڈاکٹر صاحب عمر کے آخری حصہ میں اس دعوت کو پسند فرمانے لگے تھے۔ انھوں نے حسنین صاحب سے کہا تھا کہ "حکومت والے اپنا کام کر رہے ہیں آپ لوگ اپنا کام کرتے رہیے"۔ آپ نے دربھنگہ میں درسگاہ اسلامی کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی تھی۔ اس درسگاہ کی شاخوں کا جال پورے بہار میں پھیل گیا تھا۔ یہ درسگاہ مختلف ناگفتہ بہ حالات سے گذرتی رہی۔ کبھی سیلاب کا شکار ہوئی، کبھی شرپسندوں نے اس پر قبضہ کیا۔ اس وقت وہ اچھی حالت میں چل رہی ہے۔ آپ اس درسگاہ کے سلسلے میں بڑے فکرمند ہیں۔ اسے جامعۃ الفلاح کے طرز پر چلانے کا عزم رکھتے ہیں۔ اس کے لئے انھیں جامعۃ الفلاح کے فارغین کی تلاش ہے۔ کثیر المقاصد اسلامی مرکز انھوں نے قائم کر رکھا ہے جس کے تحت اب یہ مدرسہ، لائبریری، مسجد، مہمان خانہ اور دیگر شعبے بھی ہیں۔ جامعۃ الفلاح ۱۲، ۱۳ نومبر ۱۹۸۸ء کو آپ یہ شدید خواہش لے کر تشریف لائے تھے کہ فلاحیوں کی خدمات انھیں حاصل ہو جائیں گی۔ وہ بڑی بے چینی اور اضطراب کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ؎

لینا میرے ہاتھ سے ساغر و مینا کہ چلا میں

طلبہ کے ساتھ آپ کی نشست رہی اور آپ نے قیمتی نصیحتیں کیں۔ فرمایا اقبال

کی یہ شکایت کہ ؎

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اور ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

آپ پر چسپاں نہ ہو۔ آپ سے بڑی امیدیں ہیں، آپ کو بہت کچھ کرنا ہے۔

انجمن طلبہ قدیم کی بس مہم

ہمارے احباب یہ بات جانتے ہیں کہ کلیۃ البنات میں طالبات کی بڑی بھاری تعداد میلوں دور سے روزانہ آتی اور جاتی ہیں، ہاسٹل میں اتنی گنجائش نہیں کہ انھیں جگہ دی جا سکے۔ دو بسیں طالبات کو ان کے گھروں سے لاتی اور لے جاتی تھیں۔ ان بسوں کو کئی کئی چکر لگانے پڑتے تھے اور طالبات کا بہت وقت برباد ہوتا تھا۔ کئی چکر لگانے کی وجہ سے بعض علاقوں کی طالبات کو گھروں سے بالکل سویرے نکلنا پڑتا اور بعض علاقوں کی طالبات کی واپسی سورج ڈوبنے کے بعد اپنے گھروں کو ہو پاتی تھی۔

انجمن طلبہ قدیم کو اس کا شدت سے احساس تھا۔ گذشتہ سال اس نے جامعہ کے گرد و نواح میں اس کے لئے مہم چلائی تھی لیکن بعض اسباب کی بنا پر یہ مہم ادھوری رہ گئی۔ اس سال دوبارہ یہ مہم شروع کی گئی۔ جامعہ کے طلبہ نے بھی اس میں بھرپور حصہ لیا۔ وہ اپنے گھروں پر گئے اور اپنے عزیزوں، ملنے جلنے والوں اور علاقہ کے دوسرے لوگوں سے تعاون حاصل کیا۔ ششماہی تعطیل کے موقع پر ایک وفد تشکیل پایا، اور قاری قربان احمد صاحب استاذ شعبۂ حفظ و تجوید، مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی، مولانا نور محمد صاحب فلاحی اور مولانا اظہار احمد صاحب فلاحی اس سلسلے میں ممبئی پہونچے، جہاں ممبئی یونٹ کا بھرپور تعاون حاصل رہا، خصوصاً ڈاکٹر عبدالقوی صاحب فلاحی اور دیگر فلاحیوں کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ دوسری یونٹوں کے افراد نے بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح بفضلہ تعالیٰ ہم فلاحی برادری اور اپنے ہمدردوں اور خیرخواہوں کے تعاون سے ایک بس حاصل

کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس سے ایک حد تک سہولت حاصل ہوئی ہے تاہم ابھی یہ مہم پوری نہیں ہوئی ہے اور تاکہ دوسری کچھ سہولیات بھی حاصل ہو جائیں اس طرف جامعہ میں چلائی گئی گزشتہ سال کی ادھوری مہم پایۂ تکمیل کو پہنچائی جائے گی۔ ملک و بیرون ملک کے دیگر فارغین اور جامعہ کے مخلصین اور بہی خواہوں سے ربط قائم کیا گیا ہے۔ اس دفعہ ہم امید رکھتے ہیں کہ کلیۃ البنات کی فارغات بھی اس مہم کو تکمیل تک پہونچانے میں فعال اور نمایاں کردار ادا کریں گی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ہمدردان و مخلصین کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور جزائے خیر سے نوازے۔

وفد جامعہ "سیرت سیمینار" میں

جامعہ سلفیہ بنارس کے زیر اہتمام سیرت پر ایک سیمینار ۲۰ و ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ صدر مدرس جامعہ مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی اور راقم پر مشتمل ایک وفد جامعہ سے شریک سیمینار رہا۔ صدر جامعہ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی نے "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اس کی کامیابی کے اسباب" پر اپنا وقیع مقالہ پیش کیا۔ قرآنی آیات کی روشنی میں بتانے کی کوشش کی کہ آپ کی دعوت بندگی رب کی ایسی دعوت تھی جو فرد، معاشرہ اور ملک سب کی اصلاح اور تعمیر ہدایت ربانی کے مطابق کرنا چاہتی تھی۔ جہاں فرد کی اصلاح اور معاشرہ کی تعمیر آپ کے پیش نظر تھی وہیں حاکمیت الٰہ کی بنیاد پر ایک نظام حکومت کی تشکیل اس دعوت کا منتہائے مقصود تھا۔ اس دعوت کی کامیابی کے اسباب میں سب سے نمایاں چیز آپ کے قول و فعل میں مطابقت اور یکسانی تھی اس کے لئے آپ نے جان توڑ کوشش کی اور اپنا سب کچھ لگا دیا۔ اپنے موقف پر جمے رہے اور سب کچھ برداشت کیا۔

اس سیمینار میں دوسرے اداروں سے منسلک فلاحیوں نے بھی مقالے پیش کئے۔ برادر طارق جمیل فلاحی نے "اخلاق نبوی کتاب و سنت کی روشنی میں" کے موضوع پر اپنا مقالہ پڑھا اور سیرت نبوی کے اخلاقی پہلو پر بطور خاص روشنی ڈالی۔ محمد سمیع اختر فلاحی نے ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی سیرت نگاری پر اپنا مقالہ سنایا اور "السیرۃ النبویۃ دروس

دعوت کے عبرت آموز پہلوؤں سے تفصیل کے ساتھ بحث کی۔ ڈاکٹر عبداللہ فہد فلاحی نے "حقوق انسانی کی مغربی تاریخ اور خطبہ حجۃ الوداع" کے موضوع پر اپنا گراں قدر مقالہ پیش کیا اور ثابت کیا کہ آج حقوق انسانی کے بین الاقوامی چارٹر سے صدیوں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں حقوق انسانی کے منشور کا اعلان کیا تھا جو زیادہ جامع، واضح اور صریح ہے اور اس کے پیچھے جو روحانی طاقت تھی جس سے آج مغربی اقوام کے تمام منشور محروم ہیں۔

اس سیمینار کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ عظیم محدث مولانا عبید اللہ مبارکپوری شارح "مشکوٰۃ المصابیح" کے صاحبزادے مولانا عبد الرحمان مبارکپوری اس سیمینار میں اپنے مقالہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے لیکن سامعین جو ان کا مقالہ سننے کے مشتاق تھے اس وقت تو حیرت رہ گئے جب وہ ڈائس پر تشریف لائے اور انھوں نے یہ کہا "وقت کم ہے اس لئے میں اپنا وقت اپنے مشفق اور بزرگ استاد جناب مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی کو دیتا ہوں تاکہ موصوف اپنا مقالہ وقت سے پہلے سنا سکیں"۔ مولانا عبد الرحمان صاحب مبارکپوری کا ڈائس سے یہ اعلان ان کی بے نفسی، للہیت اور جرأت رندانہ کی دلیل ہے۔ موصوف نے یہ وصف اپنے والد بزرگوار سے پایا ہے۔ موصوف کے والد بزرگوار مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری دامت برکاتہم وہ پہلے بڑے اہل حدیث عالم ہیں جنھوں نے تحریک اسلامی کے خلاف فتوے بازی کی مہم میں حق و صداقت کا ساتھ دیا اور اپنا وزن تحریک اسلامی کے پلڑے میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جزائے خیر دے۔

کلیۃ البنات کو کتابوں کا ہدیہ

کلیۃ البنات کی لائبریری ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ انجمن طلبۂ قدیم کی کوششوں سے یہ قائم ہوئی ہے۔ انجمن اس کی توسیع میں مسلسل تعاون کر رہی ہے چند روز پہلے انجمن نے مرکزی مکتبہ اسلامی کی تقریباً تمام کتابوں کے ایک ایک نسخے اس کے لئے فراہم کئے ہیں۔

طالبات کے مخصوص حالات کے پیش نظر اس لائبریری کی بڑی اہمیت ہے۔ اہل علم، اہل تصنیف اور اہل خیر حضرات کی توجہ کی ضرورت ہے۔

جامعہ کو صدمہ

بلرا گنج کے جناب ڈاکٹر وسیم احمد صاحب جامعہ کے مخلصین اور ہمدردوں میں تھے۔ پچھلے دنوں جامعہ نے طلبہ کے علاج معالجہ کے لیے تا دم واپسیں ان کی اعزازی خدمات حاصل کی تھیں۔ بڑے ہنس مکھ سلجھے ہوئے سنجیدہ نوجوان تھے۔ عربی کے ابتدائی درجات کی تعلیم جامعہ ہی میں ہوئی تھی۔ موصوف بلرا گنج میں مطب کرتے تھے۔ بڑے افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ۲ر نومبر ۲۰۰۱ء کو صبح میں حرکت قلب بند ہو جانے کے نتیجہ میں جامعہ اپنے ایک مخلص سے محروم ہو گئی۔

ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ تین ہفتہ گزرنے کے بعد ۲۰ر دسمبر ۲۰۰۱ء کی شب میں جامعہ کو ایک اور صدمہ سہنا پڑا۔ مطبخ جامعہ کے منشی جناب حامد صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ موصوف پر بھی دل کا حملہ ہوا۔ موصوف محمد آباد گہنہ کے قریب غالب پور کے رہنے والے تھے۔ سالوں سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ انتقال کی خبر سنتے ہی جامعہ میں چھٹی ہو گئی اور تمام اساتذہ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے غالب پور تشریف لے گئے۔

خدا تعالیٰ مرحومین کی خطاؤں سے درگزر کرے، انہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

جامعۃ الہدیٰ مالیگاؤں میں صدر جامعہ

دار الہدیٰ مالیگاؤں کے اقتصادی شعبہ جامعۃ الہدیٰ میں الفلاح قرآن اور تقسیم اسناد کے سالانہ اجلاس میں صدر جامعہ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا۔ موصوف نے وہاں پہنچ کر جلسہ اجلاس کی صدارت کی، اسناد تقسیم فرمائیں نیز وہیں شیوا جی نگر مالیگاؤں میں مرتب ترجمہ قرآن مجید کی تقریب رسم اجراء میں شرکت کی اور آپ کے ہاتھوں یہ اجراء عمل میں آیا۔

وفد جامعہ بستی میں

ضیاء العلوم گڑ جیا بستی جامعہ سے ملحق ادارہ ہے عربی سوم تک تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے نائب ناظم جامعہ جناب مولانا ابو البقاء صاحب ندوی، صدر جامعہ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی اور مولانا محمد طاہر صاحب مدنی تشریف لے گئے اور اس موقع پر جلسہ عام میں خطاب فرمایا۔

• ڈاکٹر عبد القوی فلاحی، سکریٹری انجمن بمبئی یونٹ

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بمبئی یونٹ کی سرگرمیاں

> ملک و بیرون ملک طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی بہت سی یونٹیں قائم ہیں لیکن ان کی سرگرمیوں کا ہمیں علم نہیں ہو پاتا۔ بمبئی یونٹ کی سرگرمیاں موصول ہوئی ہیں جو پیش خدمت ہے۔ دوسری یونٹ کے ذمہ داروں سے گزارش ہے کہ وہ بھی اپنی سرگرمیاں روانہ فرمائیں تاکہ آپس میں علم بھی ہو اور دوسروں کو جذبہ ملے۔ (ادارہ)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بمبئی یونٹ کی ایک میٹنگ مورخہ ۱۸ر ۱۱ر ۲۰۰۱ء کو جامعۃ الفلاح کے وفد کے ساتھ جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی کی صدارت میں ساکی ناکہ میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ کے انعقاد کا فیصلہ عجلت میں کیا گیا تھا تمام فلاحی برادران کو اس کی خبر نہیں ہو سکی تھی، تاہم بہت سے فلاحی اور تمام ذمہ داران شریک ہوئے۔ جو نہیں شریک ہو سکے بعد میں ان کا بھی تعاون حاصل ہوا۔

راقم الحروف نے انجمن کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اس ہنگامی میٹنگ کا خاص مقصد بیان کیا کہ جامعہ کی ضروریات کی کثرت اور مخصوص حالات کے پیش نظر جامعہ کو بروقت ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی جس کی فراہمی انجمن طلبہ قدیم نے اپنے ذمہ لی تھی اور اس کے حصول کے لئے جناب نائب ناظم مولانا قربان صاحب استاد شعبہ تحفیظ و تجوید جامعۃ الفلاح، مولانا نور محمد صاحب فلاحی سکریٹری انجمن، مولانا اظہار احمد صاحب فلاحی خازن انجمن اور مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی رکن شوریٰ پر مشتمل یہ معزز وفد آیا ہوا ہے۔ وقت کم ہے اور کام کی تکمیل اسی میں ہے جو حاصل کرنا ہے۔ ہم سب جو بھائی بمبئی اور مضافات میں ہیں اس مقصد کے لئے اپنے اپنے حلقہ میں جد و جہد کریں، دوسروں سے تعاون حاصل کریں اور خود بھی زیادہ سے زیادہ تعاون دیں۔

مولانا رحمت اللہ اثری صاحب نے سکریٹری صاحب کی ایماء پر جامعۃ الفلاح کے قیام کا مقصد بیان کیا، اور انجمن طلبہ قدیم کے قیام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جامعہ اس وقت

ہندوستان کا عظیم تعلیمی وتربیتی اور تحریکی ادارہ ہے آپ اس کے فارغین ہیں آپ نے اپنی زندگی کے جو قیمتی اوقات وہاں گذارے ہیں اور جو فکر وہاں سے لے کر نکلے ہیں اس کے کچھ تقاضے ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنا ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہم تعلیم برائے تعلیم کے قائل نہیں ہیں ہمیں تو اسے عملی زندگی میں برتنا ہے اور اس دین کی روشنی ان لوگوں تک پہنچانی ہے جو اس سے ناواقف ہیں ہم نے قرآن وسنت کا علم حاصل کیا ہے ہمارے اندر دینی بصیرت ہونی چاہیے، وقت کے مسائل وحالات پر ہماری نظر گہری ہو اور غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں، تبھی ہم جامعہ کے مقاصد کے اصل حامل قرار پائیں گے۔

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس کی اصلاح وترقی میں ہمارا رول نمایاں ہونا چاہیے خامیاں ہر انسان کے اندر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی ہیں ہمیں ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم باہم مربوط رہیں اور اپنے آپ کو اجتماعیت سے جوڑے رکھیں اور ایک دوسرے کی کوتاہیوں کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔

اپنے ساتھیوں کے حالات سے باخبر رہیں اور اپنے حالات سے انہیں باخبر رکھیں ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک ہونے کا اہتمام کریں۔

ہمیں اپنی مادر علمی کے حالات سے بھی باخبر رہنا چاہیے اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے برابر کوشش کرنی چاہیے۔ انجمن بھی قائم ہوئی ہے اور انہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے "حیات نو" شائع ہوتا ہے یہ انجمن الطلبہ قدیم کا آرگن ہے۔ جامعہ کے حالات اور انجمن کی سرگرمیوں سے آپ کو باخبر کرتا ہے اس کا مطالعہ کرتے رہیں تاکہ حالات وضروریات سے باخبر ہوتے اور اس کے مطابق بروقت مناسب اقدام وتعاون کرتے رہیں، میٹنگ میں شرکت کرنے والے تمام فلاحی بھائیوں نے دلی مسرت کا اظہار کیا اور اس عزم کے ساتھ واپس ہوئے کہ ان شاء اللہ ہم مربوط رہیں گے اور مقاصد انجمن کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے اور ہر ایک نے اپنے ذمہ جس کی فراہمی کا اس سلسلہ میں متعین طور پر کچھ کام لیا اور اپنا ایک نشانہ مقرر کیا۔

(بقیہ ص ۳۲ پر)

"قائد تحریک اسلامی ہند نمبر" کا دوسرا ایڈیشن

مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی کے حالات زندگی اور خدمات پر مشتمل "حیات نو" کی خصوصی پیش کش "قائد تحریک اسلامی ہند نمبر" ضروری تصحیح کے بعد دوبارہ منظر عام پر آچکا ہے۔ خواہشمند حضرات جلد رابطہ قائم کریں۔

قیمت: ۱۵ روپے

"مولانا سید حامد حسین نمبر"

ماہنامہ "حیات نو" کی خصوصی پیش کش "مولانا سید حامد حسین نمبر" کے کچھ شمارے دفتر میں موجود ہیں، خواہشمند حضرات اس کی قیمت ۱۶ روپے بھیج کر حاصل کرسکتے ہیں۔

شرح اشتہارات

آخری صفحہ ٹائٹل	۱۰۰۰
اندرونی صفحہ ٹائٹل	۶۰۰
آخری صفحہ ٹائٹل (اندرونی)	۶۰۰
پورا صفحہ اندرونی	۵۰۰
نصف صفحہ "	۲۵۰
چوتھائی صفحہ "	۱۵۰

پتہ: منیجر "حیات نو" جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱